



## حزب الانصار

(دین کے مددگاروں کا گروہ)

پنجاب کا سب سے بڑا اسلامی تبلیغی ادارہ جو ۱۹۴۹ء سے اسلامی خدمت میں سرگرم ہے جامع مسجد بھیرہ کی عظیم الشان عمارت کی مرمت دارالعلوم عزیزہ بھیرہ کا اجراء اور اس کے ماتحت کئی جگہ مدارس عربیہ کا قیام دارالمبلغین سالانہ تبلیغی کنفرنس غرض ہر طریقہ سے مسلمانوں کی تعلیمی - اقتصادی اور مجلسی اصلاح اور تنظیم کے لئے مسلسل مساعی جاری ہیں جماعت کا ترجمان جریدہ شمس الاسلام ہر ماہ بھیرہ سے شائع ہوتا ہے - حزب الانصار کے قائم کردہ دینی اداروں کی امداد اور جریدہ شمس الاسلام کی توسیع اشاعت میں حصہ لیکر اور جماعت کے معاون بنکر ثواب دارین حاصل فرمائیں -

افتخار احمد بکوی کان اللہ لہ

امیر حزب الانصار بھیرہ پنجاب

پیام کا ازین حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی نور اللہ مرقدہ

تحت الہامہ

مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بکوی میر خرب الانصار بھیرہ

مفتی مسلمانانہ  
عوام سے -  
مطالعین سے -  
طلبہ سے -

مدیر مسئول  
امام حسین



ہر انگریزی ماہ کی گیارہ تاریخ کو  
پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے

# شمس اسلام

مہینہ

(بھیرہ)

جلد ۲۲ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ بمطابق دسمبر ۱۹۵۱ء شمارہ ۱۲

فہم رس صفحہ

ترسیل از مخطوطات کاپتہ :  
فیروز شاہ شمس اسلام پورٹ آفس شمس اسلام بھیرہ پاکستان



ہندوستان والے اپنا چنلہ  
حاجی فضل آلی عبد الجید صاحبان کیش  
ایجنٹس مکہ و آب مسجد شریف بمبئی  
دہندوستان کو بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں



بدل اشتراک

نمونہ کے لئے ۴۴ کے کلک ارسال کریں  
سالانہ عوام سے  
معاذین سے  
طلبہ سے  
نے پر چھ

- |    |                                 |
|----|---------------------------------|
| ۳  | بزم انصار                       |
| ۵  | شذرات                           |
| ۱۰ | تعلیمات اسلامی                  |
| ۱۱ | باب الحدیث                      |
| ۱۱ | فخر کائنات کی تشریف آوری (نظم)  |
| ۱۲ | تاریخ اسلام کا ایک نئے بین صفحہ |
| ۱۴ | نسیات                           |
| ۱۹ | نغمہ آمد آمد (نظم)              |
| ۲۰ | مصلح اعظم                       |
| ۲۵ | باب الاستفسارات                 |

# بزم انصار و کوائف کارکردگی حزب انصار

**اپنا فرض :** مر حزب الانصار کے کارکنان جمیع شعبہ جات محنت و جانفشانی سے خدمت دین میں مصروف ہیں۔ اور ہر ایک خلوص و لگن سے اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ کریم اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور دینی خدمت کی پیشانی میں توفیق مرحمت فرمائے۔

**دارالعلوم عزیزیتہ :** ہر مہینہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالمصاحب دہلوی کی سرپرستی میں دورہ حدیث شریف پڑھایا جا رہا ہے۔ اسکے علاوہ آپ ترجمہ قرآن مجید کا درس بھی دیتے ہوئے علمی نکات طلباء دارالعلوم کے دامن علم و عرفان سے بھرتے ہیں۔ آپ کے ترجمہ میں خصوصی چیز یہ ہے کہ آج کل کے نام نہاد حضرات چونکہ نہ تو باقاعدہ کسی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور نہ ہی تفاسیر پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اور ترجمہ قرآن مجید کا درس کھول کر تفسیر بالرائی کرتے ہوئے ایسے لوگ پیدا کرتے ہیں جو کہ قوم کو یگانگت و اتفاق کا سبق پڑھانے کی بجائے تشنیت و تفریق کا سبق دیتے ہیں۔ ان پر کڑی نکتہ چینی کر کے صحیح جمہور کا مسلک واضح کرتے ہیں۔ دورہ حدیث شریف کے علاوہ دیگر تمام فنون کی کتب دیگر مدین نہایت محنت و جانفشانی سے پڑھا رہے ہیں۔

**درجۃ الحفاظ :** ہر مہینہ حافظ غلام یسین صاحب بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے ہیں۔ آپ کے سابقہ میں لاکھوں بچے ہر سال ایک کثیر حاجت حفظ کے دارالعلوم سے نکلتے ہیں۔

**دارالبلغین :** حضرت مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بگوی امیر حزب انصار کی سرپرستی میں حزب انصار کی خدمت

گزشتہ ماہ تین عظیم الشان جلسے ہوئے جنکی اجمالی تفصیل ص ۱۷ پر ہے۔ پہلا جلسہ مقام چچیاں ضلع کجرات میں سچی و اہتمام جناب مجدد ملت عظیم راجہ جہانزاد خان صاحب نے اوصاف میں گزشتہ سال کے کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب کما یودی اور مولانا محمد عظیم صاحب نے حزب انصار اور مولوی محمد یوسف صاحب متعلم دارالعلوم عزیزیتہ کی مختلف اجلاس میں تعاریز پڑھیں جس میں مسلمانوں کو صرف ایک مستقیم پر چلنے کی تلقین کی تیسرے اجلاس میں ان کے بارہ بچے جلد عہدہ خیریت برخواست ہوئے۔

دوسرا جلسہ جوڑا کرنا میں ہوا جس میں کدہ بالا وفد مثلاً جہاد اور حفاظت وطن وغیرہ موضوعات پر تقریریں کیں۔

تیسرا جلسہ یہ صدر اور حضرت امیر حزب انصار بھیرو میں منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا پیرزادہ محمد بہاؤ الحق صاحب قاسمی اور مولانا صابر حسین صاحب تعاریز کرتے ہوئے تقریر، سینہ کو بی وغیرہ مسائل پر روشنی ڈالی۔ ان جلسوں کے علاوہ مولانا محمد عظیم صاحب مبلغ حزب انصار نے مختلف

ذیل مقامات کا دورہ کیا اور پیغام حق پہنچایا۔ کوٹکونہ اور اقامت دین کی تلقین کی۔ سر ملکوٹ، کھنڈرہ، پنڈو اور سخان، چک کوٹمن، نصیر پور، سالم، میانہ گوندل وغیرہ وغیرہ نوید مسمرت ہر گزشتہ اشاعت میں شعل اسلام کا تبلیغ خبر شائع کیا گیا۔ جو کہ قارئین کرام کے مطالعہ سے گزرا ہو۔ بحمد اللہ

ہر جگہ اور ہر مقام، مجلس میں مقبول ہوا ہے۔ یہ خاص اللہ کی رحمت ہے۔ اس تبلیغ خبر کو بہت کم فرائض نے اپنی وسعت تقسیم ناک ادارہ کی ہمت افزائی کی۔ ناسپاسی ہوئی کہ ان حضرات کا شکریہ ادا کیا جا۔ ہم ان حضرات کیلئے دعا گو ہیں کہ اللہ کریم انکس عمل کو قبول فرمائے۔ اور دینی خدمت کی مزید توفیق مرحمت فرمائے۔

وہ حضرات جنہوں نے تبلیغِ نیک کے لیے اپنی نگرانی میں تقسیم کر لئے :  
وہ حضرات جنہوں نے خود اس میں خریداری منظور کی :  
وہ حضرات جنکی معرفت حضرات نے شمس الاسلام کی خریداری منظور کی :

<p>(۱) مولوی فاطمہ منظور حسین صاحب خطیب جامع مسجد لکوال (۲) خواجہ شتاق احمد صاحب کراچی (۳) مولانا بشیر احمد صاحب استاد مدرسہ البلتین سرگودھا (۴) مولوی محمد عظیم صاحب مبلغ دارالانصار (۵) مولوی محمد عظیم صاحب مدرسہ علمی بمبیرہ (۶) مولوی محمد علی صاحب بھرتہ (۷) (شاہدہ ملز) (۸) محترم میاں غلام محمد صاحب سروردی (پنڈی بھٹیاں) (۹) محترم محمد یحییٰ صاحب (افریقہ) (۱۰) محترم دوست محمد صاحب لاہور</p>	<p>(۱) محترم محمد صدیق صاحب لکڑ (سرگودھا) (۲) مولوی عبدالعزیز صاحب دریاخان (۳) مولوی علم الدین صاحب جالندھری (۴) مولوی عبدالواحد صاحب بردیاوی (۵) عزا علی صاحب منڈی بہاؤ الدین (۶) عبدالرزاق صاحب ہنگو (۷) حافظ محمد رفیع صاحب لاہور (۸) شیخ عبدالسلام صاحب لاہور (۹) ایم محمد رمضان صاحب صوفی سرگودھا (۱۰) محترم غلام سرور صاحب منشی فیصل (منڈہ) (۱۱) محترم غلام محمد صاحب سروردی پنڈی بھٹیاں (۱۲) ملک مقصود آئی صاحب (سکھر) (۱۳) ماسٹر فضل حسین صاحب (کھیوٹہ)</p>	<p>(۱) مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب خطیب جامع مسجد لکوال (۲) مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب واحد اسلام ملتان (۳) مولانا شاہ محمد صاحب کمپنی آئی۔ سی۔ سی۔ اینس کھیوٹہ (۴) مولانا صاحبزادہ محمد اکرم صاحب بلدوی خطیب جامع کھیوٹہ (۵) مولانا کریم بخش صاحب واحد اسلام پدھراڑ (۶) حضرت مولانا شمس الرحمن صاحب خطیب جامع کھیوٹہ۔ پرانی آبادی (۷) حضرت مولانا بشیر احمد صاحب استاد مدرسہ البلتین سرگودھا (۸) مولانا محمد عظیم صاحب مبلغ دارالانصار (۹) صوفی محمد شریف صاحب سناخت خٹن (۱۰) مولوی نور محمد صاحب خطیب جامع لاہور چھاؤنی (۱۱) مولانا محمد امین صاحب سابق مبلغ حزب الانصار (۱۲) خواجہ حامی غلام یحییٰ صاحب گنگ (۱۳) پیر محمد صاحب قریشی اشرفی لاہور (۱۴) محترم عبدالرحیم صاحب بخاری سندھ (۱۵) حافظ محمد عظیم صاحب مدرسہ علمی بمبیرہ</p>
--	---	--

**لحقہ صلاحتہ** - محبت کی وجہ سے حب دلخواہ جو بات نہیں کہنے جاتے۔ جس کا افسوس ہے۔ اور یہ بھی فکر ہے کہ اہل سنت کی طرف سے جو صاحب مناظر ہوئے وہ ان مسائل کو بھی کا حقہ پیش کر سکیں گے یا نہیں۔ اور ان کے پاس معلوم نہیں کتابیں بھی ہیں یا نہیں۔ اور یہاں سے بیٹھ کر ہم لوگوں کا مشورہ کہاں تک مفید ہو سکتا ہے۔ اگر ایسی کوئی صورت ہوتی کہ ہم لوگ پہنچ سکتے ہوتے اور اپنے مافی الضمیر کو خود اپنی زبان سے ادا کر سکتے تو کیا اچھا ہوتا۔

کہاں لائیگا قاصد بیاں میرا زباں میری + مرہ تھبا کہ خود سنتے وہ مجھ سداستامیری

والحمد لله عوانا ان الحمد لله رب العلمین +

(محمد عبدالسلام۔ دارالبلتین لکھنؤ۔ ۷ شعبان ۱۳۸۵ھ)



# نشہ اسراف

(اداسہ)

خان لیاقت علی خان کی شہادت  
آج ۲۵ نومبر ہے  
آج سو چالیس روز

قبل یعنی ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی منہوس شام تھی۔ کہ راولپنڈی کے ایک جلسہ عام میں جب وزیراعظم پاکستان صدر آل پاکستان مسلم لیگ جناب لیاقت علی خان صاحب اپنی قوم کو خطاب کرنے کے لئے ”برادران ملت“ کہہ کر لب کشتا ہی ہوئے تھے کہ ایک سفاک و سنگدل نے محترم وزیراعظم کے سینہ کو پستول کی گولیوں سے چھید ڈالا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مروجہ جلسہ گاہ کے شہ نشین پر گئے۔ صدیق علی خان صاحب کا میان ہے۔ ”کلمہ شہادت“ اور خدا پاکستا کی حفاظت کریگا۔ بس یہ دو آوازیں آئیں اور پھر کوئی اور آواز نہ آئی۔ خاموشی اور ابدی خاموشی، تیندھہ ہمیشہ کیلئے نیند..... اس المناک اور درد انگیز حادثہ کی خبر سے تمام مملکت پاکستان سوگ و غم میں ڈوب گئی۔ چہرے افسردہ اور منہمک ہی نہیں بلکہ فکر مند بھی ہو گئے۔ بازاروں میں سناٹا پھا گیا۔ دل اندر ہی اندر دھڑک رہے تھے۔ قیصر واپو ان سوئے کہ بھونپڑوں تک اُداسی چھا گئی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ ہر نوعیت کے لحاظ سے غم آفرین اور پریشان کن واقعہ تھا۔ ہر شخص نے اس غم کے اثرات کو محسوس کیا۔ اور تمام اسلامی ممالک کے خدہ دار نمائندوں نے اور دنیا کی دوسری حکومتوں کے رہنماؤں اور لیڈروں نے بھی تاثرات رنج و غم کا اظہار کیا۔ اور تعزیتی پیغامات بھیجے۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ اس حادثہ فاجعہ نے دل پر جو اثر کیا ہے۔ اور مدد مہم پہنچا

شہد اسلام کے صفحات پر اس کا اظہار کر کے اس موقع پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جو طریق کار اختیار کرنا چاہتے ہیں قوم کے سامنے وہ پیش کر دیں۔ لیکن چونکہ کتب و میں تبلیغ نمبر ۱۲۷ و ۱۲۸ (نومبر) دو ماہ کا یکجا شائع کیا گیا تھا۔ اور نومبر کا پرچہ شائع کرنا نہیں تھا اس لئے ہم اس فرض کو ادا کر سکنے کا موقع نہ پائے۔ اب اگرچہ اس حادثہ کو دن کافی گزر گئے۔ ہونا یوں چاہتے کہ مندرجہ ذیل دعووں کو پھر نہ چھیڑا جا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ واقعہ کی شدت و نوعیت کچھ اس طرح ہے کہ کافی دن گزرنے کے بعد بھی زخم ابھی ہرے ہیں۔ اور درد کی کھسک محسوس ہوتی ہے۔ اور جناب لیاقت علی خان صاحب کی شہادت جو جگہ خالی ہو گئی ہے وہ خلا ابھی تک محسوس کیجاتی ہے۔ اس لئے ہم نے بھی مناسب سمجھا کہ اسی اشاعت میں کچھ اس کے متعلق بھی عرض کر دیں۔

قاتل سید لکڑ کو جو اصل افغانستان کا باشندہ تھا اور کافی عرصہ سے ایبٹ آباد میں سکونت پذیر تھا۔ وہیں جلسہ گاہ ہی میں قتل کیا گیا تھا۔ اب اس کی تحقیق کہ اُس بدتمیز نے اتنا سنگین اقدام اور سفاکانہ جرم کس بنا پر کیا؟ آیا کسی سازش کے ماتحت ہوا یا اُس کا ذاتی فعل؟ ہم نہ کر سکتے ہیں اور نہ ہمیں اب اس کا حق ہے حکومت کی طرف سے ایک باقاعدہ تحقیقاتی کمیٹی ماہرین قانون و آئین کی مقرر ہو چکی ہو وہ تحقیق کر کے اتنی فیصلہ دے گی۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ المقتول میت باجلہ۔ محترم وزیراعظم نے اہل مقرر پرانش تعلل کے ہاں پہنچ گئے۔ ۱۶ اکتوبر قریباً ۲ بجے عصر وہ ہمیشہ کے لئے آسودۂ خواب ہو گئے۔ انکی دائمی مفارقت سے ملک کو اور قوم کو بہت بڑا صدمہ پہنچا۔ اور

نام لیتے تھے۔ اور یہ ثابت کرتے تھے کہ ہماری مملکت کی حقیقی ترقی و بہبودی اسلامی تعلیمات کے ساتھ وابستگی پر موقوف ہے۔ اور قرارداد مقاصد کی منظوری تو انکی وزارت عظمیٰ کا سب سے زیادہ روشن کارنامہ ہے۔ افسوس ہے کہ اندرونی اور باہری مسائل کی گونا گوں الجھنوں اور کچھ ساتھیوں کی سست رفتاری اور بعض ارکان دستور ساز کی ذہنی ساخت کی کجی کے سبب قرارداد مقاصد کو عملی طور پر تشکیل دینے کا اُنکو موقع نہ مل سکا۔

اہل انکے رفیقوں اور عقیدتمندوں کا اصل فرض یہ ہے کہ جس کام کو مرحوم ادهود اچھوڑ گئے ہیں اسے جلد ہی جلد تکمیل و انجام کو پہنچا دیں۔ جس ن پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہوگا اُس دن اس کے فرشتے شہید مرحوم لیاقت علی خان کی روح کو بشارت اور مبارکباد دیں گے۔ اس کام میں جتنی ڈھیل اور جتنی تاخیر ہوگی اُس قدر اُنکی روح انتظار کی شدت محسوس کرے گی۔

عزت مآب الحاج خواجہ ناظم الدین صاحب جو پابند موم و صلوة اور دینداری میں معروف و مشہور ہیں۔ اب مرحوم کی جگہ وزارت عظمیٰ کی ذمہ داری کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ نیز مسلم لیگ کی صدارت بھی انکے حوالہ کی گئی۔ اب وہ ہر خدشہ کی لیاقت علی خان مرحوم کے جانشین مقرر ہو گئے ہیں۔ حکومت کی پالیسی اور اختیار و اقتدار کی باگ ڈور اب انکے ہاتھ میں ہے۔ جس یقین سے کہ محترم خواجہ ناظم الدین صاحب دین کی حقیقی ذمہ داریوں کو پورا کریں گے۔ اور پاکستان کی کتاب مسکن کے مطابق کُل اسلامی نظام کو نافذ و جاری کر کے واقعی ناظم الدین یعنی دین کے نظم کو قائم کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ انکو توفیق عطا فرمائے اور تمام مصلحت اور کاموں کو انکے راستہ سے دور کر دے۔

آخر میں شہید مرحوم کے لئے مخلصانہ دعاؤں پر ان سطور کو ختم کرتے ہیں۔ اللہم اغفر وارحمہ۔

مصر و برطانیہ کی کشمکش : مصر سو انگریزی فوجوں کے

یہ حادثہ فاجعہ جو بالکل ہی اچانک تھا اور ایک سیکڑ قبل تک بھی کسی کو بھی وقوع پذیر ہونیکا اندیشہ نہ تھا ہم انسانوں کیلئے یقیناً غیر متوقع تھا۔ اور اس لئے جس کسی نے سنا اسکے دل کو بے اختیار ایک لپا دھکا لگا جس سے اس مختل ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں جس "نفس" کیلئے جو وقت مقرر کر دیا گیا ہے وہ ایک لمحہ بھی اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کے فیصلے ہماری تمنائوں اور آرزوؤں سے بلند ہیں۔

ارباب اقتدار کی پالیسی اختلاف اور انکی روش پر تنقید ہو سکتی ہے۔ پوری نیک نیتی اور خلوص صداقت کیساتھ اصلاح اور تبدیلی کی سعی بھی کیجا سکتی ہے۔ "حفظ نفس" کی خاطر یا کسی ذاتی دشمنی اور محاصرت کی غرض سے اگر یہ کام ہو تو ایک اور جوہر عظیم ہے۔ ہم نے "شمس اسلام" کے انہی صفحات پر کبھی کبھی تنقید و اعتقاد کا یہ فرض پوری نیک نیتی اور خلوص صداقت کے ساتھ انجام دیا ہے۔ اور اس ضمن میں وزیر اعظم مرحوم کے متعلق بھی کبھی لکھنا پڑا ہے۔ مگر وہ چونکہ محض دین کی خاطر تھا، اپنی رائے کا حق کیساتھ اظہار و بیان تھا۔ یہ مقصد نہ تھا کہ خدا نخواستہ مرحوم کی بدنامی ہو۔ بلکہ اسلئے تھا کہ مرحوم کا نام نیک اور بھی نہ کی کیساتھ بلند ہو۔ اسلئے آج جبکہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکے۔ انکے ساتھ تمام اختلافات بھی ختم ہو چکے ہیں۔ لہذا ذکر و امور کا کہ لا بخیر۔ ارشاد نبوی کے مطابق اب تو انکی نیکیاں اور خوبیاں ہی پیش نظر رکھنی چاہئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انکو جو کمالات عطا فرمائے تھے انکو ذکر کر کے دعا کر کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے۔ اور اس ابدی زندگی میں ابدی آرام و راحت نصیب فرمائے۔

پاکستان بننے سے قبل بھی مرحوم نے مطالبہ پاکستان کے سلسلہ میں اپنی تقریروں میں اسلام کے نام کو بار بار دہرایا۔ اہل کتاب و سنت کے ساتھ ربط و تعلق کو مسلمانوں کیلئے ذریعہ نجات قرار دیا۔ پھر پاکستان بننے کے وقت قریب قریب ہر تقریر میں اسلام کا بار بار

ہمالکے مسلمانوں کی حمایت کی ہے اور اس سلسلہ میں ہر طرح کی قربانی دیتے رہے ہیں تو کیا آزاد ہو جائیکے بعد ہم ایسے بے ضمیر بنے ہو جائیں کہ اُن پر جبر و ظلم کے خنجر چلا جائیں اور ہم یہاں نہ تڑپیں اور کوئی موثر احتجاج بھی نہ کیا کریں۔

مرزا میوں کے مشددانہ عزائم | قیام پاکستان کے بعد  
 قادیانیوں نے ”سراجوہ“

کے نام سے ایک بستی بنا کر قادیان کی طرح ایک مستقل مرکز قائم کر دیا۔ جس میں کسی مسلمان کو آباد ہونے سے پہلے بننے کی اجازت نہیں۔ ایسی اطلاعات بھی ملتی رہتی ہیں کہ وہ ہر جگہ علیحدہ فوجی ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں۔ اور اسلحہ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ کشمیر کے محاذ پر الفرقانِ بٹالین کے نام سے ایک علیحدہ فوج صرف قادیانیوں کی محض ٹریننگ حاصل کرنے اور غازیوں کے نام سے مخالف اسلام فوج تیار کرنے کیلئے بنائی گئی تھی وہ بھی اس حقیقت کی غمازی کر رہی تھی کہ پاکستان میں رہتے ہوئے قادیانی کچھ اور غرائم رکھتے ہیں۔

جب ربوہ کے اندر کسی مسلمان کو جا کر تقریر کرنے، جلسہ کرنے اور قادیانیوں کو ختم نبوت کا مسئلہ سمجھانے کی اجازت نہیں۔ تو اصولاً قادیانیوں کو بھی یہ اجازت نہونی چاہیے کہ وہ مسلمانوں کی آبادیوں میں عام جلسہ کر کے لوگوں کو خاتم النبیین ﷺ کی حلقہ

گوشی سے نکال کر مرزا غلام احمد قادیانی کے غلام بننے کی تبلیغ کرتے رہیں۔ لیکن مروائشوں کی یہ برأت دیکھتے وہ لاکھوں مسلمانوں کو گولہ چیلنج کرتے ہیں اور جلسہ عام کا اعلان کر کے مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ آؤ اور ہماری زبانوں سے مرزا صاحب کے ”الہامات“ و ”ارشادات“ سنو۔ چنانچہ ۱۸ نومبر ۱۸۹۷ء کو اسی قسم کو ایک جلسہ کا اعلان لائسپور میں کیا گیا۔ اور سیرت النبی کے جلسہ کے نام سے عام مسلمانانِ شہر کو دعوت دی گئی۔ جلسہ کی ساری روئداد اخبار دینندہ مودعہ ۲۰ نومبر میں شائع ہو گئی ہے۔ ہم اس میں چند اہم اجزاء کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن کے متعلق اصولاً مسلمانوں کو اور

نکلنے کا جو مطالبہ مصری حکومت اور مصری عوام نے کیا تھا۔ انگریزوں نے اس معقول مطالبہ کو ”بھلے لوگوں“ کی طرح ماننے کی بجائے اسے نکار کر دیا۔ اور مزید برآں دھمکیاں دیکر اور عجب جاکر نامعقول رویہ اختیار کر دیا ہے۔ چونکہ یہ معاملہ خود مصر کیلئے بھی موت و حیات کا معاملہ ہے۔ اور آخر کب تک برطانیہ کے ان مظالم اور زیادتیوں کو مبرا و تحمل کے ساتھ برداشت کیا جائے۔ اس لئے اس نے بھی اپنے مطالبہ پر اصرار جاری رکھا۔ اور اب یہ کشمکش دن بدن بڑھ رہی ہے۔ روس اور روس سے متعلقہ حکومتیں اپنے مفاد کی خاطر اور امریکہ و برطانیہ کی دشمنی کی بنا پر مصر کے موقف کی حمایت کر رہی ہیں۔ اسلامی ممالک دینی برادری و ہمدردی اور مظلوم دوستی کے جذبہ سے مصر کا ساتھ دے رہے ہیں۔ افسوس کہ ترکی نے امریکہ کی دوستی و محبت میں اس موقع پر جو روش اختیار کی ہے وہ ہر لحاظ سے نامناسب ہے۔ پاکستان پارلیمنٹ میں مسئلہ مصر کے متعلق تحریک التواہد پیش ہوئی مگر یہ کمکر بحث کی اجازت نہیں دی گئی کہ وزیراعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین صاحب خود اس مسئلہ پر مفصل بیان دینگے۔ کافی انتظار کے بعد جب وزیراعظم صاحب نے بیان دیا۔۔۔۔۔

اس معاملہ میں بالکل غیر جانبدار ہیں۔ اور پھر جب اس پر ایمینٹ کا  
ایوان میں بحث کی اجازت طلب کی گئی تو بحث کی اجازت نہیں  
دی گئی۔ الغرض جہاں تک مملکت پاکستان کی قوم کا اور آزادانہ خیال  
و مسائل کا تعلق ہے اس معاملہ میں انکی سائے یہ ہے کہ مصر کی پوری پوری  
حمایت کی جائے۔ اور برطانیہ کے خلاف پورا احتجاج کیا جائے۔ کراچی اور  
لاہور میں عظیم الشان احتجاجی جلسے ہو چکے ہیں۔ اور دوسرے  
شہروں میں بھی اس قسم کی تحریکیں شروع ہیں۔ بلکہ برطانوی  
مال کے بائیکاٹ کی تجویزیں بھی پیش ہو گئی ہیں۔ جب دور  
غلامی میں شترکہ مندوستان کے مسلمانوں نے دوسرے اسلامی

نود حکومت کو سوچ کر فیصلہ کرنا چاہئے کہ مسلمانوں کو گورنریوں کی اس کشش کا آخر کیا حل سوچا جائے۔ تاکہ پاکستان میں اس قسم کے تصادم کے واقعات آئندہ کیلئے ختم ہو جائیں۔

(۱) جب مردائی مسلمانوں کو رتبہ کے اندر جلسہ کرنے اور تقریر کرنی اجازت نہیں دیتے تو چند مرزائی خالص مسلمان آبادیوں میں جلسہ عام کرنے اور مرزائیت کی تبلیغ کی جرأت کیوں کرتے ہیں جبکہ مسلمان عقیدہ انکو غیر مسلم اور اپنے سے علیحدہ جدا مذہبی گروہ سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے جلسے اپنے مخصوص مکانات میں کر لیا کریں اور اپنے گروہ کے افراد کو جو چاہیں کہتے سمجھاتے رہیں۔ نہ وہاں مسلمان جلائیے نہ کسی بات پر تلخی پیدا ہوگی۔ اور نہ تصادم کی نوبت آئے گی۔

(۲) زمیندار کی اس رپورٹ کی تردید میں مولوی اللہ دہ جالندھری نے آفاق وغیرہ اخبارات میں اپنی صفائی کے طور پر بیان شائع کرایا ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی نہیں کی تھی۔ اس موقع پر ہم ان تفصیلات میں پڑے بغیر کہ وہاں کیا کہا گیا تھا اور کیا نہیں کہا گیا تھا۔ یہ ضرور عرض کرتے ہیں۔ کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی ماننا، نبی کہنا، اس کی وحی والہامات کو سنانا، اسکی نبوت کی تبلیغ و اشاعت کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع کو کافی نہ سمجھنا۔ بلکہ دوسرے کو نبی ماننا اور اسکی پیروی ضروری سمجھنا۔ اس بڑھکے حضور کی شان میں اود گستاخی اور بے ادبی کیا ہو سکتی ہے۔ تو ہین و گستاخی صرف یہ تو نہیں کہ شرعاً خدا اور اجپال کی طرح سب و شتم کیا جائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے متعلق نامناسب الفاظ استعمال ہوں۔ بلکہ یہ اس سے بڑھ کر گستاخی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی..... کو نبی کہا جا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا جی کی

نبوت کی تبلیغ کی جائے۔ اللہ دہ صاحب ہی فرمائیں کہ کیا یہ جلسہ ”احمدیت“ کی تبلیغ کے لئے نہ تھا؟ ہم مرزائیت کی تبلیغ اور علی الاعلان مرزا صاحب کی طرف دعوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی سمجھتے ہیں۔ یقین جانیے کہ اگر آج کچھ لوگ کسی بڑے فیل معمولی عرضی نوٹس کو ”قائد اعظم“ کا خطاب دیکر یہ اعلان کریں کہ قائد اعظم مرحوم کی برکت سے اب بروز می طور سے قیادت عظمیٰ اس میں شتمل ہوا آئی ہے۔ اب تمام مسلم لیگیوں کی نجات اور مسلم لیگ کے ساتھ سچی عقیدت و وابستگی اسی میں ہے کہ وہ اس ”قائد اعظم“ کی قیادت کو مان لیں۔ اور اگر اسکو قائد اعظم نہیں مانتے تو سب کانگریسی اور جمہا سبھاٹی ہونگے۔ اور حکومت پاکستان میں انہیں کوئی عمدہ نہ دیا جاسکے گا۔ اور انی نیالالت کی تبلیغ و اشاعت اور اسنے قائد اعظم کی قیادت عظمیٰ منوانے کیلئے لائل پور شہر میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ اعلان کریں اور لوگوں کو دعوت دیں کہ بو شردالی گراؤنڈ میں آکر اس جلسہ میں شریک ہوں۔ تو اس اعلان کے سنتے ہی شہر میں ہلچل مچ جائیگی۔ حکومت کی ساری مشینری حرکت میں آئیگی۔ تمام مسلم لیگیوں کے کان کھڑے ہو جائیں گے۔ اور یہی سمجھا جائیگا کہ یہ قائد اعظم کی شان اقدس میں گستاخی ہو رہی ہے۔ شور برپا ہوگا کہ ہم اس بے ادبی و گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ جلسہ کو بند کر دیا جائے۔ ایسے ”قائد اعظم“ کو پاگل خانہ اور اس کے ماننے والوں کو جیل بھیجا دیا جائے۔ مگر افسوس جو بات قائد اعظم کے لئے نہ حکومت کو گوارا ہے نہ قوم کو۔ وہی بات پاکستان میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہو رہی ہے۔ ڈنکے کی چوٹ مرزا کی نبوت کا اعلان اور اسکی تبلیغ کی جاتی ہے۔ مگر اسکو بے ادبی و گستاخی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اسے بے ادبی سمجھ کر احتجاج کرتے ہیں ان کو تخریب پسند اور شرارتی کہہ کر تھکوا دیاں



پہنائی جساتی ہیں۔

(۳) جب جلسہ میں تمام مسلمانوں کو دعوت شرکت دی گئی تھی۔  
تو حجاز اور نوجوانوں کے وہاں چلے جانے پر اعتراض کیوں کیا گیا۔  
اھلک وہ کچھ اعتراض پیش کرتے تو اس کا جواب زبان سے دینا  
چاہئے تھا۔ نہ کہ لاثنیوں اور چاقوؤں سے۔ فوراً ہی مشتعل  
ہو کر حملہ آور ہونا یہ صاف طور سے جلاتا ہے کہ مرزائی پہلے سے  
کمل تیاری کر چکے تھے۔ اور وہ جلسہ کے نام سے درحقیقت اپنی  
لٹھ بازی، سینہ زوری اور اسلحہ کی قوت کی نمائش کرنا چاہتے  
تھے۔ اسلئے بہانہ ملنے کی دیر تھی۔ ظاہر بات ہے کہ اگر مسلمان  
لافائی کے ارادہ سے وہاں گئے ہوتے ہوتے۔ تو صرف سات آٹھ  
آدمی کیوں جاتے۔ اور پھر بالکل نشتے اور خالی کیوں جاتے۔ تلوار  
ہاتھ میں نہوا اور کوئی لٹنے لگے۔ اسکو انتہائی سادگی قرار دیا گیا ہو۔  
چنانچہ جب پولیس پہنچ گئی تو اس نے بھی یہی دیکھا کہ مسلمان  
مضروب و مجروح ہیں۔ ان میں سے کسی کے پاس پٹھری تک بھی  
نہیں۔ اور مرزائی حملہ آور ہیں۔ ان میں سے کسی کو چوٹ نہیں آئی  
ہے۔ اور بیشمار لاشیاں، غلیل، چاقو ان کے ہاں سے برآمد  
ہوئے۔ تلواریں اور بلم ایک دیو اور بھی۔ کہتے ہیں کچھ بندو قو  
ملے بھی تھے جو بھاگ کر جان بچائے گئے۔

۲۵ آدمی مرزائیوں کے اس موقع پر گرفتار کئے گئے جنکی  
ضمانت شام کو ہو گئی مسلمانوں میں سے تو مجروحین کو اور ڈو  
ویسے تاشائی حضرات میں گرفتار کئے گئے تھے۔ جن کی نہایت سنگین  
ضمانتوں کا مطالبہ تھا۔ جس کی پورا کرنا بھی ناممکن تھا۔ اور نیز اس  
فرق و تفاوت پر تعجب بھی.....

..... اس لئے دو دن قبل  
میں اپنے کے بعد تیسرے وفد کی ضمانت ہوئی۔ اب مقدمہ  
عدالت میں پیش ہے۔ جو فیصلہ وہاں ہوگا اس کے متعلق

کچھ کہنا نہیں جا سکتا۔ خدا کرے کہ مسلمانوں کو رہائی ہو جائے۔  
اور جبر و تشدد کرنے والوں کو ان کے عزائم مشنومہ کی سزا  
مل جائے۔

مسلمانوں اور قادیانیوں کی اس ساری کشمکش کا اصل  
علاج یہ ہے۔ کہ اس معقول مطالبہ کو مان لیا جائے۔ کہ:

(۱) مرزائیوں کو مسلمانوں سے جلا قوم اور اقلیت قرار دے۔

(۲) مرزائیوں کی مسلمانوں سے جداگانہ حیثیت پیش نظر

حکومت کے تمام کلیدی عہدوں اور جملہ ملکی و سیاسی  
اداروں میں ان کی سربراہی ختم کر کے دیگر غیر مسلم اقلیتوں  
کی طرح بطور اقلیت ان کے حقوق مقرر کرے۔

(۳) مرزائیوں کے گمراہ کن اشتعال انگیز و دلازار لٹریچر کی اشاعت

کو ہمیشہ کے لئے ممنوع قرار دیکر آئندہ انکی تمام ایسی

تحریری اور تقریری سرگرمیوں پر پابندی عائد کرے۔

(۴) عقیدہ ختم نبوت خلاف ہر تحریر و تقریر کی نام اشاعت

و تبلیغ کو قانوناً جرم قرار دیا جائے۔

آب حالات کچھ ایسے مرحلے پر پہنچ گئے ہیں کہ ارباب

اقتدار یا تو قرارداد مقاصد اور دین کے صحیح تقاضوں کو پورا

کرنے کے لئے کمر ہمت باندھیں اور پاکستان میں اسلام

کو محفوظ کرنے کی تدبیر کریں \*

## تعلیمات اسلامی

## ارشادات سالت

(۱) خدا نے انسان پر جو نعمتیں فرمائی ہیں اگر کوئی ان کو شمار کرنا چاہے تو وہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ مگر انسان بڑا شکر ادا و نظام ہے۔ (قرآن مجید)

(۲) درحقیقت جو لوگ میری عبادت کرتے ہیں ان پر لمبے شیطان تیرا غلبہ نہیں ہو سکتا۔ پروردگار ان کی حمایت و وکالت کا کفیل ہے۔ (قرآن مجید)

(۳) اے مسلمانو! ایک دوسرے کے مال کو ناجائز مت کھایا کرو۔ (قرآن مجید)

(۴) مرد عورتوں پر دو باتوں سے حاکم ہیں۔ ایک اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قدرتی فضیلت عنایت کی ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ مروانی دولت ان پر فروغ کرتے ہیں۔ (قرآن مجید)

(۵) اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخندے گا۔ ہاں اس کے سوا اور جتنے گناہ ہوں گے خدا جس پر رحم کرنا چاہے گا بخندے گا۔ (قرآن مجید)

(۶) شرک باللہ ایک بہتان عظیم ہے۔ اس سے محترز رہنا چاہیے۔ (قرآن مجید)

(۷) اے مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور تم میں سے جو حاکم مقرر ہوں ان کی اطاعت کرو۔ اور اگر کسی چیز میں تمہارے آپس میں کوئی نزاع پیدا ہو جائے تو اس کو اللہ و رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اس میں قرآن و حدیث کا جو حکم ہوا سپر عمل کرو۔ (قرآن مجید)

(۸) جو لوگ مسلمان ہیں جب ان کے سامنے میرا ذکر کیا جائے تو اس سے ان کو لطف حاصل ہوتا ہے۔ اور جن کے قلوب نورایمان سے بے نور ہیں ان کو ذکر اللہ سے کشیدگی ہوتی ہے۔ (قرآن مجید)

(۹) ہم نے جن و انس کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ ہماری عبادت کریں۔ (قرآن مجید)

(۱) اسلام ایک نور ہے۔ مگر اس سے فیض وہی پاسکتے ہیں جن کے گلے میں میری پیروی کا طوق پڑا ہے۔ (حدیث شریف)

(۲) بیوی کی اطاعت کرنا بے شرمی کی بات ہے۔ (حدیث)

(۳) نفس کی بے پروائی غنا ہے۔ اور نفس کی محتاجی فقر ہے۔ (حدیث شریف)

(۴) تھوڑا احسان جس کا تو شکر ادا کر کے اچھا ہے اس بڑے احسان سے جس کا تو شکریہ نہ ادا کر سکے۔ (حدیث شریف)

(۵) جس نے اپنے نفس سے محاسبہ کیا اور آفت کیلئے سرمایہ جمع کیا اہل عقلمند ہے۔ البتہ جس نے خواہشات نفس کی پیروی کی اور ساتھ ہی خدا سے امید کی تمنا رکھی وہ عاجز ہے۔ (حدیث)

(۶) علم کے ساتھ علم جیسا احسن ہے ویسی دو چیزیں باہم اتیک جمع نہیں ہوئیں۔ (حدیث)

(۷) جس شخص کے شر سے اس کا ہمسایہ مامون نہ ہو اس کے اسلام میں شک ہے۔ (حدیث)

(۸) کمزوروں کے اوپر رحم کرنا اخلاقی فرض ہے۔ جس شخص میں یہ بھی اخلاقی وسعت نہ ہو اس سے کسی اور امر فیر کی امید رکھنا بالکل فصول ہے۔ (حدیث)

(۹) خوشخبری ہو اس شخص کے لئے جو اپنے عیب کے باعث دوسروں کی عیب جوئی نہیں کرتا۔ (حدیث)

(۱۰) قند ایک سوئی ہوئی چیز ہے۔ خدا اس پر رخصت کرے جو اسے بیدار کرے۔ (حدیث)

(۱۱) صبر کشائش کی کنجی ہے۔ اور دہر ہمیشہ کا غلبہ ہے۔ جس میں صبر نہیں ہے اس کو کشائش کی امید رکھنا بے سود ہے۔ (حدیث شریف)

# فخر کائنات کی تشریف آوری

(چکیدہ کلام جناب مولوی محمد احمد صاحب لبشما جگوسہری)

نہ طالع کہ وقت صبح اک شمس الضحیٰ آیا  
مددگار خلّاق شافع روز جزا آیا !  
بشر تھے میٹھا جس کے وہ نام خدا آیا  
بنی آدم کی صورت میں وہ نور کبریا آیا  
وہ دور انہیں میں ہو کے ختم الانبیاء آیا  
وہ عہد للطلب کے گھر میں بنکر منما آیا  
وہی دلدار و دلبر و دنواز و دلربا آیا  
وہ رشک حسن کمال کان حسن حسن نا آیا  
وہی فخر دو عالم افتخار انبیاء آیا  
کہ ہر دل پر بٹھانے حق کا ریکہ حق نما آیا  
وہ اُمت کا فدائی مادی و مشعل شایا آیا  
بحمد اللہ ہم میں آج وہ معجز نما آیا  
ہدایت کو ہماری بنک وہ قبلہ نما آیا  
لے شمع ہدایت دیکھو وہ نور اللہ آیا

نوشا قیمت کہ تڑکے نور کے نور الہدیٰ آیا  
مبارک کائنات ارض شاہ انبیاء آیا  
خلیل اللہ کے والد دل کا مدعا آیا  
معلق تعابیر شکل نور ہو تقدیس خلّاق میں  
معلم تھا ازل میں جو دبستان نبوت کا  
غیر تھے چلے آئے ہیں جسکی انبیاء سارے  
متنا جسکے آئینکی تھی تھی ہر اک ل میں  
جھلک جسکی ذرا سی آگنی تھی حسن یوسف میں  
کلم اللہ کو جسکے امتی بنی کی خواہش تھی  
مٹو گا صفحہ ہستی سر دور دین باطل اب  
گنہ گاران اُمت کو جو بخشائے گا محشر میں  
پڑھیں گے جس کا کلمہ گزیر تک پہاڑوں کے  
بجائے بتکدہ کہے کو جو کعبہ بنائے گا  
بھٹکنے والو! اٹھو مٹا ہی ہو کفر کی ظلمت

لبشما یکمیل دین کر نیکو اور اتسام نعمت کو  
محمد مصطفیٰ سلطان دین خیر الوہی آیا



# تاریخ اسلام کا ایک نیا صفحہ

## سرورِ کونین محمدیہ سلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتیات دائمی نمونہ عمل کی حیثیت سے

انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر دنیا میں بھیجا۔ اور اسے ہم کہ وہ دنیا میں رہ کر امن و سلامتی، صلح و شانتی، نرمی و محبت، راستبازی و حق گوئی، عدل و انصاف سے کام لے۔ اور خدا اور خدا کے بندوں کے حق کو پورا کرے۔ ایک طرف اگر وہ خدا کے بتلائے ہوئے اصول کے مطابق اسکی عبادت میں مصروف ہو تو دوسری طرف اہل و عیال کی پرورش، ماں باپ کی خدمت اعزہ و احباب کے حقوق سے غافل نہ ہو۔ اداسی کے مانند دوسرے محاسن خیرات میں مشغول اور بدیوں اور بدکرداریوں سے دور ہو۔ اب آؤ کہ دیکھیں کہ دنیا کے ان گنت انسانوں میں کس کی اتباع سے ہم کو ہر مقصود پاسکتے ہیں۔

تاریخ کی دنیا میں ہزاروں اور لاکھوں شخصیتیں نمایاں ہیں جنہوں نے دلی نسلوں کیلئے اپنی زندگیاں نمونہ کے طور پر چھوڑی ہیں۔ ان میں بادشاہ بھی ہیں۔ ادبڑے بڑے فوجی سپہ سالار بھی۔ حکماء و فلاسفہ بھی ہیں۔ اور شعراء و اراک بھی۔ امدان میں سحر ایک کی زندگی خلقت شہداء انسان اپنے لئے قابل تقلید تصور کرتے ہیں لیکن کیا حقیقت بھی یہی ہو؟ یہ درست ہو کہ فاتح سپہ سالاروں اپنے تلواروں کے زور سے دنیا کے طبقے الٹ دیتے۔ لیکن انسانوں کی فلاح و نجات کے لئے بھی انھوں نے کوئی نمونہ چھوڑا۔ کیا انکی تلوار کی کاٹے انسانی خون بہانے کے علاوہ وہام قاصدہ اور خیالات یا طلحہ کا قلع قمع کر سکی۔ جنہوں نے انسان کے دل و دماغ پر پورا تسلط پارکھا تھا۔ یا باہمی اختلافات کو دور کر کے انسانوں کے باہمی تعلقات میں استواری کر سکی؟ - نہیں۔

دنیا کی تاریخ دیکھو تو یہ چلتا ہے کہ ہمیشہ اس دنیا میں خداوند کریم کی جانب سے امت کی اصلاح کی خاطر انبیاء و مرسلین تشریف لاتے رہے۔ حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمعیلؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سب اس دنیا میں اسی ایک مقصد کو پیش نظر رکھ کر تشریف لائے کہ گمراہے ہوئے لوگوں کو رہا کریں۔ اور ماہ حق کو کھو بیٹھے دالوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائیں۔ لیکن بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پورے ۱۷۰۰ سال کے بعد قدرت کی جانب سے اصلاح امت کا آخری اور دائمی انتظام یوں فرمایا گیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمادے اور خاتم النبیین کے لقب سے مقرر فرما کر مسلمانہ بخت انبیاء کو ختم فرما دیا گیا۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نمونہ قرار دیکر ارشاد فرمایا گیا: لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّاَنَّا لَا تَمْلِكُ اَنْتُمْ وَاَرْسُلَ اللّٰهُ رَسُوْلًا وَّهِيَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُ وَكَذَلِكَ يُرْسِلُ اللّٰهُ رَسُوْلًا مِّنْ اَمْرِهٖ لِيُثَبِّتَ لَكُمُ الْوَسِيْلَةَ اِلَيْهِ لَعَلَّكُمْ يَهْتَدُوْنَ۔ کیا درحقیقت اسقدر کمال ہے کہ اس کے بعد ہمیں کسی دوسرے نمونہ کی ضرورت نہیں رہتی۔

اس سے پہلے کہ ہم سرورِ کونین کی حیاتیات پاک اور اس کے دائمی نمونہ عمل ہونے کے متعلق کچھ بحث کریں ضروری ہے کہ انسان کے فرائض و واجبات کا ایک صحیح معیار قائم کریں۔ اللہ تعالیٰ نے

یہ صحیح ہے کہ شعراءِ ناس نے بڑے سے بڑے تاجی معروکوں کو نظم کر دیا۔ اور دنیا سے اپنے صن تمیل کی داد لی۔ لیکن ان شہنشاہانِ عالم خیال نے دنیا کے عمل میں کوئی قدم بڑھایا۔ اور سعادت دنیاوی و اخروی کے حصول کے لئے بھی کوئی نقش پا چھوڑا۔

یتیم کہ حکماء و فلاسفہ نے نظامِ عالم کے تغیر و تبدل کے سلسلہ میں ہر بار نئی تحقیق پیش کی۔ اور زمین سے نیکر آسمان تک ہر محسوس و غیر محسوس شے کو عقلیات کے اصول پر پرکھنے کی سعی کی۔ لیکن کیا کبھی ان کے طائر فکر نے اس سمت بھی پرواز کی جو ہر رشد و ہدایت کی جنس گرانمایہ کا بازار لگا ہو۔ اور کیا ان کی قوت فکر نے کبھی انسان کی کائنات روحانی کی اصلاح و ارشاد کی خاطر بھی دنیا کے سامنے کوئی دستورِ عمل پیش کیا؟

یہ بجائے کہ اولوالعزم بادشاہوں نے تعزیری احکام نافذ کر کے جلوت کے مجرموں کو خاطر خواہ سزائیں دیں۔ گیلیول اور کوپرنیچ میں پھرنے والے بدعاشوں کو جیل کی تیرہ و تار یک کو ٹھڑکیوں میں بند کر دیا۔ لیکن کیا ان سخت گیرانِ خلوت خائے دل کی ناپاکیوں کا استیصال کر سکیں۔ اور دماغ کے اندر بسے ہوئے مفاسد پر کچھ قابو پا سکیں۔ اور کیا ان کی چارہ سازیاں انہی رعایا کے خباثت کا بھی کچھ مداوا کر سکیں؟ اور کیا ان کی تلوار و نکی چمک انسان کے تاریک دلوں میں کچھ بھی اجالا پھیلا سکیں؟

دنیا والے اپنی ظاہر نظروں میں عزت و عظمت بڑائی اور برتری کا حقدار نہیں سمجھتے ہیں ان سب کی زندگی کا آپ نے ایک نقشہ دیکھ لیا۔ اور یہ معلوم ہو گیا کہ روح انسانی کی بیماریاں کا علاج ان میں سے ایک کے پاس بھی نہیں ہے۔ نہ تو وہ فاتح سپہ سالار کی تلوار میں ہے۔ نہ شعراء کی خیال آرائیوں، نہ حکماء کی نکتہ سنجیوں میں ہے، اور نہ بادشاہوں کی ادولعزمیوں میں۔ لہذا ہم کو اس جنس گرانمایہ کی تلاش و جستجو میں کسی دوسری طرف چلنا چاہئے۔ جہاں نیکیوں کی تبلیغ و اشاعت اور برائیوں

سے بچنے کا سبق پڑھایا جاتا ہو۔ دنیا کے ہر گوشہ میں تلاش کر دیکھو لیکن یہ چیز صرف انہیں کے پاس ہے گی جنہیں خدا نے نبی یا رسول کا لقب مرحمت فرما کر دنیا میں لوگوں کو اپنا پیغام سنانے کے لئے بھیجا۔ فصلوۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ خدا کے یہ برگزیدہ بندے جن کا کام دنیا میں خیرات و حسنات کی تبلیغ ہے۔ مرتبہ رسالت اور عمدہ نبوت میں سب برابر ہیں۔

لَا نَفِیْرَ قَیْنِیْنِ اَحَدٍ | ہَمَّ اللہ کے رسولوں کے  
مِنْ سِرِّ سُلَیْمَہ - درمیان کوئی فرق قائم نہیں ہے۔  
لیکن اپنے ذاتی خصائص کے اعتبار سے ان میں سے ہر ایک ایک دوسرے پر فضیلت رکھتا ہے۔

تِلْكَ الرَّسُلُ | (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) ان  
فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ رسولوں میں ہم نے بعض کو  
عَلٰی بَعْضٍ - بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔  
اور یہ صحیح ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کے ان برگزیدہ بندوں اور احکام الحاکمین کے پاک رسولوں میں ہر ایک کی خصوصیت جدا ہے۔

اگر حضرت نوح علیہ السلام میں جوش تبلیغ نمایاں تھا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام میں ولولہ توحید۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام کا ایثار۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ حق کیلئے جدوجہد۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی رفاقت حق۔ حضرت یعقوب اور حضرت ایوب علیہما السلام کا صبر و تسلیم حضرت زکریا علیہ السلام کی عبادت و ریاضت۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی حفت۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد۔ اور حضرت یونس علیہ السلام کا اعتراف قصور۔ گویا یہ چیزیں ان حضرات میں سے ہر ایک کے مستقل اور جداگانہ خصوصیات تھیں۔ لیکن آج ہم جس سرکار میں یہ عفتیت پیش کر رہے ہیں انکی

ایک امیر ایک غریب ایک مجاہد ایک شب زندہ دار ایک واعظ  
ایک سیاسی ایک تاجر ایک آزاد ایک نظر بند ہر ایک اسکی تقلید  
واتباع کے مقصود کو پا سکے۔ اور یہ بات سرور دو عالم روحی  
خداہ کے دربار کے سوا کہیں اور نہیں مل سکتی۔ اگر کوئی دو ٹھنڈ  
ہے تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزانہ دار کی تقلید کر سکتا ہے۔  
اگر غریب ہے تو شعب ابی طالب کے محصور اور مدینہ کے حنان  
کی اتباع کر سکتا ہے۔ اگر بادشاہ ہے تو سلطان عرب کے  
اصول و قوانین برت سکتا ہے۔ اگر رعایا ہے تو قریش کے  
محکوم کی طرح زندگی گزار سکتا ہے۔ اگر فاتح ہے تو بدر و خنین  
کے سپہ سالار کے نقش قدم پر چل سکتا ہے۔ اگر شکست کھاتی  
ہے تو معرکہ احد سے سبق حاصل کر سکتا ہے۔ اگر استاد و معلم  
ہے تو صفہ کے معلم کا طرز تعلیم دیکھ سکتا ہے۔ اگر مامع و  
واعظ ہے تو مدینہ کی مسجد کے منبر پر کھڑے ہو کر وعظ کھینے والے  
کے طریقہ کو معلوم کر سکتا ہے۔ اگر بیکسی کے عالم میں کوئی  
پیغام حق منانے نکلا ہے تو تکین و طمانیت قلب کے معاملہ  
میں مکہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوہ اس کے سامنے ہے۔ اگر  
کوئی دنیاوی کار و بار اور نظم و انتظام خدمت کرنا چاہتا ہے  
تو نبی نصیر و خیر کے وفد کے منتظم کی زندگی اس کے لئے  
موجود ہے۔

ہاں جمال و خوبی سر طور گر خرامی  
ارنی بگویدا کہ گفتہ کہ کن تراخ  
غرض یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی زندگی  
ہے کہ جو انسان کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دی جا سکتی ہے۔  
کیونکہ آپ کی زندگی میں وہ جامعیت ہے کہ ہر شخص آپ کی  
زندگی اپنے لئے دستور العمل بنا سکتا ہے۔ اور دنیا میں صرف  
آپ ہی کی ایک ذات تھی جس کے اندر خدا نے ایک وقت میں  
سارے اوصاف جمع فرما دیے تھے۔ اور آپ ہی کا طرف تھا جو

ذات باریکات ان تمام خصوصیات کو محیط تھی۔  
حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری  
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری  
اس معاملہ فضائل کے علاوہ کچھ اور خصائص بھی  
ذات و لامصاف میں خداوند تعالیٰ نے جمع فرما دیے تھے جو  
آج تک اہل علم حضرات میں دوام بقا۔ ختم نبوت اور آخری  
انسانی کامل سیرت کے نام سے معروف و مشہور ہیں۔ یہ  
خصوصیات دیگر انبیاء علیہم السلام کو نہیں مرحمت ہوئیں  
کیونکہ خداوند کریم نے انھیں صرف ایک خاص وقت اور  
ایک خاص قوم کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ اور  
سرور کو نبین علیہ الصلوٰۃ کو کافۃ للناس ہر قوم اور ہر گروہ  
ہر جماعت ہر ملک کے لئے اور آپ کے لئے ہوئے پیغام  
کو ہمیشہ ہمیش کے لئے قابل عمل گردانا۔ اس میں شک نہیں  
کہ ان انبیاء و کرام کی تعلیم و تبلیغ کی اتباع اس وقت کے لئے  
جس وقت کی اصلاح کی خاطر یہ تشریف لاتے ویسی ہی  
ضروری اور لازمی تھی جیسا کہ آج ہمارے سرور کو نبین کی اتباع  
ہے۔ لیکن اس وقت جبکہ ان کی شریعتیں منسوخ قرار دی گئیں  
ہمارے لئے ایک دوسرا نمونہ عمل پیش کیا گیا ہے۔

پس اگر آج ہم صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی  
زندگی کو پیش نظر رکھ کر اور اسی کی اتباع کو کے دینا اور دین  
کے حقوق سے عہدہ برآ ہونا چاہیں تو اول تو ان کی زندگی  
کا کچھ علم نہیں۔ دوسرے ان کی خصوصیت یعنی تبلیغ حق  
میں جدوجہد و سعی و کوشش ہی صرف انسان کا مقصود  
نہیں۔ اسی طرح اگر ہم حضرت عیسیٰ عا کی زندگی کو اپنا راہبر  
بنائیں تو محض فرعی اور اخلاق کی بتات ہی دنیا میں زندگی  
مکی کامیابی کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔ اصل ضرورت  
ہے کہ کوئی ایسا نمونہ عمل سامنے ہو کہ ایک بادشاہ ایک فقیر



ان تمام قوموں کا متحمل ہو سکتا تھا۔ دنیا نے یہ تماشا صرف دیدار نبوی ہی میں دیکھا کہ وہ بادشاہ تھے تو ایسے کہ پورا ملک ان کی مٹھی میں تھا۔ اور بے بس تھے تو ایسے کہ خود اپنے کو اپنے قبضہ میں نہ جانتے تھے۔ دو تہمت تھے تو ایسے تھے کہ سیم و زنا دونوں پر لدا پٹوا دار الحکومت کو آیا کرتا تھا۔ اور محتاج ایسے کہ مینوں آپ کے گھر میں چولہا نہ جلتا تھا۔ اور کئی کئی وقت فاقہ سے گزر جاتے تھے سپہ سالار ایسے تھے کہ مٹھی بھر نیتے آدمیوں کو لیکر بڑے سے بڑے معرکے سر کر لے۔ اور صلح ہو ایسے کہ ہزار ہا جان نثاروں کی شہادت کے باوجود صلح کے کاغذ پر بے چون و چرا دستخط فرمادیتے شجاع اور بہادر ایسے کہ ہزاروں اور لاکھوں کے مقابلہ میں تنہا کھڑے ہو گئے۔ اور نرم دل ایسے کہ کبھی انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہیں بھایا۔ یا تعلق ایسے کہ عرب کے وہ نہ کہی فکر آپ کو دامنگیر ہو، یوں کی فکر آپ کے سر غریب مغلس اور محتاج مسلمانوں کی فکر آپ کے ذمہ۔ اور بے تعلق ایسے کہ خدا کے سوا کسی سے تعلق نہیں۔ کیا یہ جامعیت اور کاملیت آج تک کسی انسان کی زندگی میں پائی جاسکی کہ وہ انسانی اصناف کے باوجود ہر شخص کے لئے ایک کامل نمونہ ہو۔ علاوہ اس کے کہ روحی فداہ سرور کو تین علیہ التہتہ و التسلیم کی زندگی میں یہ جامعیت و کاملیت موجود تھی ایک ادبیات بھی ہے جو آج تک کسی دوسرے انسان کے حصہ میں نہیں آئی۔ اور وہ یہ کہ آپ کی زندگی اور حیات طیبہ کے ایک ایک لمحہ کے حالات کچھ اس استقصاء کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔ کہ آج تیرہ سو برس کے بعد بھی آپ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرنے والوں کو گویا آپ کی صحبت کا دہی لطف حاصل ہے جو آپ کی زندگی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تھا۔ مبارک تمیز وہ ہستیاں جنہوں نے ذات والا صفات کے ہر مشغول و غیر مشغول لمحہ کی خبر رکھی۔ بلکہ ان کو آنے والی نسلوں کے لئے قلب بند کر دیا۔ کہ مسلمان اپنے نبی کی زندگی کو

اسوہ حسنہ بنا سکیں۔ اس میں بھی خدا کی عجیب مصلحت ہے کہ دنیا میں بڑے سے بڑے بادشاہ گذرے۔ بڑے سے بڑے فوجی سپہ سالار اور دولتمند و فرائد دار گذرے لیکن کسی کی سوانح ہمارے سامنے اس جامعیت کے ساتھ موجود نہیں ہے کہ ہم جلوت و خلوت، حاضر و غائب ہر امر میں اس کی اتباع کر سکیں سپہ سالاروں اور بادشاہوں کو چھوٹی ہے۔ خود ہمارے انبیاء علیہم السلام کی زندگی ہمارے سامنے تفصیل کے ساتھ موجود نہیں۔ دوسرے انبیاء و کرام کی بہ نسبت حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زندگی پھر بھی کچھ مفصل ہے۔ لیکن نہ کہ اتنی کہ اسے انسان اپنی ہر حالت اور ہر حیثیت نمونہ عمل بناسکے۔ اور وہ تفصیل بھی بس اس قدر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو کر فرعون کے گھر پرورش پاتے ہیں، جوان ہو کر فرعونوں کے خلاف بنی اسرائیل کی دو ایک موقعوں پر مدد کرتے ہیں۔ پھر مصر۔ مگر مدین جاتے ہیں۔ یہاں کچھ سال قیام فرماتے ہیں۔ شادی ہوتی ہے۔ پھر مصر واپس ہوتے ہیں۔ راستے میں میں خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا جاتا ہے۔ فرعون کے پاس جاتے ہیں۔ اللہ کا پیغام سناتے اور معجزہ دکھاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کو مصر سے لیجانے کی رخصت چلتے ہیں۔ فرعون اسے منظور نہیں کرتا اور آپ موقع پاکر پوری قوم کو ساتھ لیکر مصر سے چل پڑتے ہیں۔ قدرت الہی سے راستے کا سمندر آپ کے لئے پایاب ہو جاتا ہے۔ اور آپ مع اپنی قوم کے اسے عبور کر جاتے ہیں۔ فرعون تعاقب کرتا ہے لیکن پایاب سمندر اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے۔ اور فرعون کی ساری عظمت و سمند کی لہروں میں گم ہو جاتی ہے۔ آپ اپنی قوم کو لیکر شام میں داخل ہوتے ہیں۔ وہاں کافروں سے پیکار چھڑتی ہے۔ کہ اسی عرصہ میں آپ کسی پہاڑی پر دوڑتا پھا جاتے ہیں۔ ان چند جملوں کے علاوہ آپ کی حیات مبارکہ

بالکل ہی پردہ خفا میں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا کھوج لگاؤ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیدائش کے بعد مصر آگئے تھے۔ اور یحییٰ میں دو ایک معجزے بھی دکھائے۔ پھر یک بیک غائب ہو گئے۔ اور پھر تیس برس کی عمر میں بہت سہمہ جیتے ہوئے اور دریا کے کنارے ماہی گیروں کو حفظ سناتے نظر آئے۔ چند شاگرد ہوتے ہیں۔ یہودیوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور عیسائی روایتوں کے مطابق انھیں پھانسی دیدی جاتی ہے اور بس۔

لیکن سرور کونین کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہو تو پیدائش سے بیکر وفات تک کا ایک ایک بڑا تاریخ اسلام میں محفوظ ہے۔ بعض بعض مصنفین نے اس مبارک خدمت کو اس سن و خوبی سے انجام دیا ہے کہ ہر دیکھنے والے کی زبان سے کلمات تحسین نکلتے ہیں۔

چنانچہ ہر وقت ہم صرف حافظ ابن قیم کی کتاب ناد للعاد سے اس فہرست کا اقتباس درج کرتے ہیں جو انھوں نے

بقیہ ص ۲۷ - غرضانے مٹا دیا۔ تمام انسان آدم کی نس سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔

حجۃ الوداع میں پھر اعلان کیا: ہر

یا ایھا الناس ان اخلقکم من ذکر و انثی و جعلکم شحوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ (ہجرات ۲۶) دوسرے کو پہچان سکو۔ الخ

یہ وہ پاک تعلیمات ہیں جس نے عرب کی ذہنیت کو بدل دیا۔ ان تعلیمات کو پیش کرنے سے صرف میرا مقصد ہے کہ میں دکھلا سکوں کہ یہ عجیب العقول انقلاب، یہ حیرت انگیز ترقی، یہ عالمگیر تہذیب اسلامی حقیقتاً اسلام کی پاک تعلیمات کی وجہ سے تھی۔ آپ

صرف نبی کریم صلعم کے ذاتی حالات کے متعلق تحریر کی ہے۔ آنحضرت کا طریقہ رسل و رسائل آپ کے کھانے پینے کا طریقہ۔ آپ کے خواب و استراحت اور بیداری کا طریقہ۔ غلام اور لونڈی کو اپنی خدمت میں قبول فرمانے کا طریقہ۔ آپ کے معاملات خرید و فروخت کا طریقہ۔ اور آپ کے دعا فرمانے کا طریقہ۔ آپ کے مسجد جانے کا طریقہ۔ قعدہ اخیرہ میں آپ کی نشست کی کیفیتیں آپ کے نمازیں بیٹھنے اور تشہد کے وقت انگلی اٹھانے کا طریقہ۔ آپ کا نماز میں سلام پھیرنا کا طریقہ۔ آداب طعام میں آپ کا طریقہ۔ آداب سلام میں آپ کا طریقہ۔ دوسروں کے گھر میں اجازت مانگ کر اندر تشریف لے جانے کا طریقہ۔ عزت و جہاد میں آپ کا طریقہ۔ قیدیوں کے متعلق آپ کا معمول۔ اور اسی قسم کی دوسری بہت سی چیزیں۔ جو شخص مناقب محاسن کی جامعیت و اقبالی انسانیت کے ساتھ ساتھ یہ بھی شرف بھی کتنا ہو کہ اسی زندگی کا ایک ایک جزو محفوظ ہو۔ انصاف کا فیصلہ ہو کہ دنیا میں صرف اس کو حق ہو کہ وہ انسانوں کیلئے دائمی نمونہ عمل قرار دیا جائے فیصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم۔

دوسری اقوام کے مذاہب میں خود کیجئے تو معلوم ہوگا کہ یہ مایہ ناز خصوصیات اسلام اور صرف دین اسلام میں پائی جاتی ہیں۔ آج اگر مسلمان ان خصوصیات پر ناکر کرتے ہیں تو بجا طور پر ناکر ہیں۔ دنیا میں ہزاروں انقلاب ہوئے، سینکڑوں تمدن و تہذیب کے دوسلے اور مٹ گئے، ہزاروں فرمانرواؤں نے سلطنت کی اور انھوں نے اپنی تہذیب کا سکہ جھانکا، مگر کوئی کہہ سکتا ہو کہ کسی کئی یا نہ میں اسلامی قوانین میں کوئی نقص نکلا۔ یا وہ ناکافی ثابت ہوئے، اسکی تعلیم آج بھی ایسی تابناک ہو جس طرح آج سے تیرہ صدی پہلے تھی۔ اس کی تعلیمات آج بھی زمانہ کے عین مطابق ہے۔ اسکی سچی اور پاکیزہ تعلیم کا روح پرور نغمہ آج بھی تمام عالم میں گونج رہا ہے۔ اس کے قوانین کی سچی جاذبیت آج بھی متعصبان یورپ سے فرج تحسین وصول کر رہی ہیں۔

# نسائیات مجاہدہ اسلام حضرت خولہؓ

اگر اسلام کے مرقعہ کو خور سے دیکھا جائے تو مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی بہادری کی بھی تصویر نظر آتی ہے۔ وقت ضرورت عورتوں نے ہر کام میں مردوں کا ساتھ دیا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ جنگ میں شریک رہی ہیں۔ دشمنوں اور کافروں سے لڑی ہیں۔ چنانچہ حضرت خولہؓ شام اور مصر کی فتوحات میں برابر اپنے بھائی فزرائہ کے ساتھ لڑتی ہیں شامل رہی ہیں۔ فوج کے سب سرداران کی ہمت و برأت کے قائل تھے۔ خصوصاً سپہ سالاران لشکر اسلام حضرت خالدؓ اور ابو عبیدہؓ تو بہت ہی قدردان تھے۔

گو حضرت خولہؓ بالکل نو عمر کی لڑکی تھیں۔ مگر غیر معمولی ہمت و برأت، غیرت و محبت اور عقل و ذہانت رکھتی تھیں۔ اور انہیں خصائل کی وجہ سے سب کو عزیز تھیں۔

جب بربک کی لڑائی ہو رہی تھی تو حضرت خولہؓ اور مسلمان عورتوں کے ساتھ ایک جگہ ٹھہری ہوئی تھیں۔ ایک دن بہت سخت معرکہ ہوا۔ کافر عورتوں کی طرف بڑے۔ عورتیں جھٹ باہر نکل آئیں۔ اور کافروں سے دھمے لگیں۔ ان میں کچھ بیچ قوم کی عورتیں بھی تھیں جو بھاگنے لگیں۔ حضرت خولہؓ کو بہت غصہ آیا۔ وہ جوش کے ساتھ کہنے لگیں کہ تم ہماری جماعت سے نکل جاؤ۔ تم ہمارے ساتھ رہنے کے قابل نہیں ہو۔ تم ہم کو بزدل بناتی ہو۔ ہمارے نام پر بزدلی کا دھبہ لگاتی ہو۔ جاؤ جاؤ تم لوگ بھاگ جاؤ۔ تمہارا ہمارے پاس کچھ کام نہیں۔ ان عورتوں نے ہاتھ پوڑے۔ اور قسم کھائی اب ایسا قصور نہ ہو گا۔ مرا تیں گی۔ لیکن یہ اس جگہ سے نہ ٹپس گی۔

حضرت خولہؓ لڑتے لڑتے سخت زخمی ہو گئی تھیں۔ مگر نہایت جانتھانی اور تندہی سے لڑتی جا رہی تھیں۔ ساتھ ہی ساتھ پر جوش الفاظ سے اپنے ہمراہیوں کا دل بڑھاتی اور ہمت دلاتی جاتی تھیں۔ بجا بیک ایک کافر کی تلوار ان پر پڑی اور یہ بہت سخت زخمی ہو گئیں۔ تمام جسم خون سے نہا گیا۔ ایک دوسری مسلمان عورت نے اس کا فرقہ قتل کر ڈالا۔ اور انکو میدان جنگ سے نیچے میں اٹھالے گئی۔ جب شام کو مسلمان میدان جنگ سے واپس آئے تو حضرت خولہؓ نے مشک میکر سب کو پانی پلایا۔ اور اپنے زخم کی بالکل پروا نہ کی۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت خولہؓ کچھ اور مسلمان عورتوں کے تھوڑی سی فوج کے ساتھ جا رہی تھیں۔ اچانک دشمنوں کی فوج نے ہوائ سے کہیں زیادہ تھے۔ حملہ کر دیا۔ مسلمان عورتیں بھی مردوں کے ساتھ بہت جان بازی سے لڑیں۔ مگر کفار چھ گئے تھے۔ فوج کفار کی زیادتی کے سبب شکست ہوئی اور مسلمان سب گرفتار ہو گئے۔ کفار اپنی اس اتفاقی کامیابی پر بہت شاداں و فرحاں ہوئے۔ اور سب عورتوں کو ایک مضبوط و محفوظ جگہ میں بند کیا۔

حضرت خولہؓ کو اس ناکامی پر بہت رنج ہوا۔ ان کی غیرت و حمیت کس طرح برداشت کر سکتی تھی کہ وہ قیدی بن کر ہیں۔ انہوں نے بہت جوش و خروش سے سب مسلمان عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ کیا ہنومت قیدی بن کر رہو گی۔ کیا تم یہ برداشت کر دو گی کہ سب لوگوں میں تمہاری بزدلی کا پراچا ہو۔ کیا تم میں غیرت اور حمیت چلی گئی؟



یہ سب عورتیں جوش میں آگئیں اور ایک نے کہا کہ اے خولہ! ہم موت سے نہیں ڈرتے۔ یا رہا ہمارے آرائش ہو چکی ہے۔ اور ہم اپنی شجاعت دکھا چکی ہیں۔ افسوس کہ اس وقت ہمارے ہاتھوں میں تلوار نہیں ہے۔ ورنہ ان کا فروں کو دکھا دیتے۔ کہ دیکھو ہم سے بھی کچھ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ خولہ نے کہا۔ ہتھیار نہیں ہے کچھ پرواہ نہیں ہے۔ کچھ غم نہیں ہے۔ ہاتھ تو ہیں۔ اسی قید خانہ سے ہتھیار کا کام لو۔ چلو غیبوں کی میخیں نکال لیں۔ چوبیس لکھا لیں۔ اور دشمنوں پر حملہ کریں۔ سب نے ایسا ہی کیا۔ اور چوبیس میخیں لے کر باہر نکلیں۔ جو سپاہی نظر پڑے سب پر وار کیا۔ کوئی زخمی ہوا۔ کوئی مر گیا۔ تمام میں ہڑچک گیا۔ سردار نے سوال کیا۔ کہ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ عورتوں نے نہایت دلیری کے ساتھ جواب دیا کہ مارنا اور مرنا۔ یہ کس بڑے زور شور سے حملہ کیا۔ اور بہت سے کافروں کو جان سے مار ڈالا۔ سردار نے خوف زدہ ہو کر اور گھبرا کر سپاہیوں کو حکم دیا۔ سپاہی تلواریں اٹھا کر دوڑے اور لگے قتل کرنے۔ یہ بھاد عورتیں خالی ہاتھ اور کافرزدہ ہتھیار سے سجے ہوئے۔ مگر وہ اسی ہمت و مستعدی سے لڑتی رہیں جیسے غیصے سے نکلی تھیں۔ وہ ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹتی تھیں۔ یہ سب اپنی جانوں سے ناامید ہو چکی تھیں۔ کہ کیا یہ مسلمان سردار بہت سی فوجیں لے کر آگئے۔ اور اللہ کے کافروں کو حملہ کیا۔ پہلے ہی حملے میں کفار پسا ہو گئے۔ اور گھبرا کر بھاگ گئے۔ مسلمان سب عورتوں کو لے کر واپس آ گئے۔

اللہ اللہ کیا جوش و خروش تھا اور کس قدر ہمت والی عورتیں تھیں۔ مردوں کو دکھا دیتی تھیں کہ دیکھو ہم بھی تم سے کسی بات میں کم نہیں ہیں۔ دمشق کے محاصرہ میں

اور مسلمانوں کے ساتھ حضرت منار بھی قید ہو گئے۔ یوں تو سب بنیں اپنے بھائی کو چاہتی ہیں۔ اور ان سے محبت رکھتی ہیں۔ مگر حضرت خولہ نے اپنے بھائی کو بے حد چاہتی تھیں۔ انکی ذمہ داری تکلیف ان کو گوارا نہ تھی۔ جنگ میں اگر خود زخمی ہوتیں تو کچھ پرواہ نہ کرتیں۔ مگر جب منار زخمی ہو جاتے تو بہت ہی مقرر ہو جاتیں۔ رور و کر د عاتیں کرتیں کہ انکی میرے بھائی کو اسلام کی خدمت کے لئے سلامت رکھو۔ اس کی جان میری جان سے زیادہ قیمتی ہے۔ کیونکہ وہ مجھ سے کہیں زیادہ اسلام کی خدمت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جب ان کی گرفتاری کی خبر سنی تو از حد بے قرار ہوئیں۔ اور جب تک اپنے بھائی کو چھڑا نہ لائیں انہیں چین نہ آیا۔ جنگ میں دونوں بن بھائی ساتھ ساتھ لڑتے۔ گورڈ سے گھوڑا ملنے لگے۔ اور کہتے کہ اگر ہم میں سے کوئی قتل ہوا تو خیر میں ملاقات ہوگی۔ نہ ہر اس رہتا۔ نہ ناامیدی۔ نہ گھبراہٹ رہتی۔ نہ پریشانی۔ نہایت اطمینان سے جنگ میں رہا کرتی تھیں۔ یہ خاتون دنیا میں اپنی فیاضی بہادری اور ہمت افسانہ خود چھوڑ گئی ہیں۔ خدا اپنی بے شمار رحمتیں ان پر نازل کرے +

## سرخ نشان

دارہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا سالہ بذریعہ وی۔ پی ارسال ہوگا۔ جسکے زائد اخراجات پہنچنے کیلئے بہتر طور پر یہ کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور ہو تو اطلاع دیں۔ خدا را وہی یاد ایں فرما کہ ایک اسلامی ادارے کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں +  
(غلام حسین منیجی)

# نغمہ آمد آمد

واذ جناب محمد اسحاق صاحب ضیاء لکھنوی،

بخشش امت عاصی کے طلبگار آئے  
ہم غریبوں کے معین اور مددگار آئے  
امتی امتی کہتے ہو کر سرکار آئے  
بٹے خورشید کرم احمد مختار آئے  
ہدیت حق کا یہ کرتے ہوئے انھار آئے  
لیکے اب انا فتحنا کی وہ تلوار آئے  
وہ ہی اللہ کے محبوب طر حدار آئے  
سب نبی آپ کا کرتے ہوئے اقرار آئے  
کیونکہ اس شکل یہ اللہ کو بھریا آئے  
تاکہ معلوم ہو کوئین کے سر دار آئے  
جھمکے کرتے ہوئے طائر گلزار آئے  
تینے جبریل میں جن کے رضا کار آئے  
حسن یوسف بھی جہاں بنکر خریدار آئے  
منظر شان خدا محرم اسپار آئے  
ہدیت حق کے نظر ہر طرف انار آئے  
لومبارک ہو وہی احمد مختار آئے

آج دنیا میں جناب شہ ابرار آئے  
شافع روز بزار حمت غفار آئے !!  
ہوش زن تھی دم میلاد یہ شان رحمت  
کفر والحاد کی ظلمت کو مٹانے کیلئے  
آگ فارس کی بجھی بل گیا کسری کا محل  
کیونکہ شیطان پہاڑ و نہیں چھپیج جا کر  
خود ہے نقاش ازل والہ و شدید اجنیر  
کوئی دیتا تھا بشارت کوئی کرتا تھا دعا  
حسن یوسف دم عیسیٰ ہر یید میضا ہے  
سبز جھنڈا کیا جبریل نے کعبے میں نصب  
بلغ عالم میں عجب تازہ بہار آئی ہے  
لئے تشریف جہانگیر و رسول کے رسول  
نور احمد کا ہے بازار کچھ اس رونق پر !  
مخزن صدق و مقام عدن الطاف و کرم  
آج کعبے میں ہوا انورہ تو مید بلند  
ہیں ابو یکر و عمر جن کے خلیفہ برحق

جشن میلاد مبارک کا سبب ہے یہ ضیاء  
خوش سلمان ہیں سب مونس و مختار آئے

# مُصَلِّحُ الْعُظَمَاءِ

(از جناب مولوی محمد رحمت اللہ صاحب معروفی)

چلا آیا کہ جب دنیا میں امراض روحانی حد سے زیادہ بڑھ گئے۔ جب عبد و معبود کا رشتہ توڑ دیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کسی رسول یا نبی کو بھیجا تاکہ انسانوں کی سرکشی کو طاعت سے، ان کی بد اعمالیوں کو نیک خصلتوں سے، ان کے بیہودہ عقائد کو نیک عقائد سے بدل دے۔

در اصل انبیاء روحانی طبیب

## رُوحانی طبیب

ہیں جس طرح اطبائے جسم کا یہ فرض ہوتا ہے کہ جب انسانوں کے عنا صرا بے میں کسی عنصر کا غلبہ ہو جائے اور اس کی صحت برباد ہو جائے تو طبیب اسکو عنا صر کو اعتدال پر لائے۔ ٹھیک اسی طرح انسان کے اندر دو قوتیں اور ہیں جنہر انسان کی تفاوت و سعادت کا دارد و مدار ہوتا ہے۔ ان دو قوتوں کو نفسانی و روحانی یا ملکی و مہیمی کہتے ہیں۔ ہر انسان کے اچھے اور بے ہونے کا تعلق انہی دو قوتوں سے ہے۔ جنگ روحانی و ملکی قوت کا وجود انسان کے اندر ہوتا ہے عہد و معبود کے تعلقات استوار رہتے ہیں۔ اور جب روحانی قوت کا غلبہ ہو جائے اور ہیما نہ توٹوں کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس وقت انسان طرح طرح کی بد اعمالیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اس سے قسم قسم کے جیسا سونا فعال صادر ہونے لگتے ہیں۔ اس وقت میں اطبائے روحانی (انبیاء و علیہم السلام) کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں روحانی قوت کے برقرار

## ضرورتِ رسول

جب زمین خشک ہو جاتی ہے۔ درختوں کی نرم و نازک پتیاں بادِ سموم کیے تیز و تند جھونکوں سے پڑ رہے ہو جاتی ہیں۔ تو خدائے ذو الجلال پانی برساتا ہے۔ خشک زمین سیراب ہو جاتی ہے۔ درخت لہلہا اٹھتے ہیں۔ خشک خطہ مرغزار بن جاتا ہے۔ اور بوڑھا بوڑھا چمن پھر بہاؤ آفرین نظر آتا ہے۔

جب آفتاب عالم تاب پردہ مغرب میں اپنا روشن چہرہ چھپا لیتا ہے، فضا کے کائنات پر ظلمت و تاریکی چھا جاتی ہے۔ کہیں پر روشنی کا سراغ نہیں ملتا۔ تو یکایک صبح صادق پردہ ظلمات کو چھا دیتی ہوئی نمودار ہوتی ہے۔ اور اس کی روشنی سے تمام دنیا منور ہو جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح رُوحوں کی لطیف دنیا میں جبرئیلات کی عالمگیر تاریکی چھا جاتی ہے، عصیان و بد اعمالی، قہر و سرکشی کی بے پناہ ظلمتوں میں سعید رُوحوں کی روشنی گم ہو جاتی ہے، جب انسان کی سعید رُوحیں حق کی روشنی کیلئے تڑپتی ہیں تو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت ہوش میں آتا ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام کی برگزیدہ ہستیوں کو مبعوث فرماتا ہے۔ جو انسان کو حق کی روشنی کی طرف بلاستے ہیں۔ یعنی ذریعہ انسان کو ضلالت کی تاریکی سے نکالتے ہیں۔ اور ضیائے حق سے ان کے قلوب کو منور کرتے ہیں۔ ابتداء آفرینش سے خدائے ذو الجلال کا یہ قانون

رکھنے کی کوشش کریں۔

ہیں سے یہ امر بھی روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔  
کہ جس طرح امراض جسمانی کے معالج صرف اطباء ہی ہو سکتے ہیں  
اسی طرح امراض روحانی کے معالج صرف انبیاء ہی ہو سکتے ہیں۔  
جن کو اللہ تعالیٰ نے اس خلعت سے سرفراز فرمایا ہے۔ دنیا میں  
ہزاروں نوح انسانی کا گروہ موجود ہے مگر ہمارے درد کا درماں  
اس میں سے کسی سے نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ ہم کو متزلزل مقصد  
تک پہنچا سکتے ہیں۔

ہم نے مانا کہ دنیا میں سلاطین و شہنشاہوں نے انقلاب  
پیدا کر دیا۔ ہم نے تسلیم کیا کہ انھوں نے دنیا کے نقشے بدل دیے۔  
مگر خدا مجھے بتاؤ کہ ان کی تلواروں نے انسان کی اوہام  
پرستی، ان کے خیالات فاسدہ کی بیڑیوں کو بھی کاٹا؟ انھوں نے  
روحوں کی دنیا پر بھی کوئی انقلاب پیدا کیا؟ ہمارے دلوں  
کی ناپاکی کو بھی وہ بدل سکے؟ دوسری جانب ہم فلاسفہ و  
حکما کے گروہ کو دیکھتے ہیں۔ انھوں نے یقیناً قدرت کے عجیب  
ماذہبے پنہاں کو ظاہر کیا۔ انھوں نے اپنے دماغوں کو وہاں تک  
پہنچایا۔ جہاں عالم انسان کی دسترس نہیں ہو سکتی۔ مگر افسوس  
کہ ہمارے امراض روحانی کا علاج وہ بھی نہیں کر سکے۔ اور  
نہ انہوں نے ہمارے امراض روحانی کا کوئی دوا معلوم کیا۔

خوفنا کہ آپ ہر طبقہ انسانی کی طرف نظر ڈالیں تو آپ کو صاف  
معلوم ہوگا کہ جہاں کہیں اور جب بھی حق کی روشنی ظاہر ہوئی  
تو وہ انبیاء علیہم السلام ہی کی جان فروشا نہ مسامحی کی بدولت  
یہی گروہ ہے جس نے انسان کو خدا تک پہنچایا، عہد موجود کا  
رشتہ جوڑا، انسان کو اخلاق عالیہ کے زیور سے آراستہ کیا، دنیا  
میں جہاں بھی نیک اخلاق کا کچھ اثر ہے وہ اسی طبقہ کا مہرہوں  
منت ہے جو وقتاً فوقتاً دنیا میں مبعوث ہوتے۔ قرآن حکیم نے  
انھیں طبقہ انسانی کو ایک جگہ بیان فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

”ہم نے ابراہیم کو اسکی قوم پر اپنی محبت پیش کرنے کیلئے یہ دین  
عنایت کی۔ ہم جسکو چاہتے ہیں بدرجہا بلند کرتے ہیں۔ بیشک  
تیرا پروردگار حکمت اور علم والا ہے۔“

”ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا کئے اور ہر ایک کو  
ان میں سے ہدایت بخشی۔ اور ابراہیم سے پہلے نوح کو ہدایت دے  
چکے تھے۔ اور ابراہیم کی نسل سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور  
یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی۔ ہم نیکو کاروں کو ایسا  
ہی بدلہ دیتے ہیں۔ اور ذکر یا اذیحی اور عیسیٰ اور الیاس کو۔  
یہ سب صالح لوگوں میں سے تھے۔ اور اسمعیل کو اور الیسع کو اور  
یونس کو اور لوط کو ہدایت دی۔ اور ان میں سے ہر ایک کو دنیا میں  
اسکے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی۔ اور ان کے بزرگوں اور  
انکی اولادوں اور ان کے بھائیوں میں سے۔ اور انکو چنا احسان کو  
سید سے راستہ کی طرف ہدایت کی۔ یہی خدا کی ہدایت ہے۔ وہ اپنے  
بندوں میں جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور اگر وہ شرک  
کرتے تو ان سے ان کے لئے کام ضائع جاتے“ (قرآن کریم پ ۱)  
یہی وہ گروہ ہے جس نے رشتہ ہدایت کا کام اپنے اپنے زمانہ میں  
انجام دیا۔ اور لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی۔ دنیا میں  
جہاں بھی سعادت و طاعت آتی کے نیک اثرات پائے گئے وہ  
اسی طبقہ کی برکات ہیں۔

یہ سلسلہ ابتداء آفرینش سے جاری رہا۔ یہاں تک کہ دنیا میں  
پھر ایک مرتبہ ظلم و عسکرانہ کی گھٹا لوٹ پائی چھا گئی۔ اور  
سید روحانی تڑپنے لگیں کہ حق کی روشنی پھر ظاہر ہو۔ ضرورت  
تھی کہ پھر دنیا میں کوئی مبعوث ہو۔ اور دنیا کو صحیح  
راہ دکھلا دے۔

اقتاب رسالت کا طلوع | اللہ تعالیٰ کا دریا بہرحمت  
پھر جو میں آیا۔ اور اوقات رسالت  
فاران کی چوٹیوں سے نور افشائیاں کرتا ہوا نمودار ہوا۔ کفر و



قرانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کتنی مدت و ماز درکار ہوتی ہے۔ جب جا کر وہ کہیں ترقی و تہذیب سے آشنا ہوتی ہے۔ مگر اس کے برعکس ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائف کو دیکھتے ہیں تو ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔

کہ کس طرح انہوں نے ایک مختصر مدت میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اور آپ کی زندگی ہی میں بدل خلوت فی دین اللہ افواج کا دلکش منظرو دیکھنے والی آنکھوں کو دیکھ لیا۔

وہی لوگ جو آپ کے جانی دشمن تھے اور آپ کے خون کے پیاسے تھے وہ آج آپ کے سچے جان نثار، دلی ہمدرد اور ہر مشکل کام پر بہترین فدا کار ثابت ہوتے ہیں۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہیں کہتے تھے کہ فاذهب انت وربک فقاملا اناھمنا قاعداون۔ بلکہ وہ جنگ کے میدان میں آپ پر قربان ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی جان کو تھیلیوں پر لے کر لڑتے ہیں۔ ان کا دل اخلاص و محبت سے لبریز ہے۔ اس لئے ہر دشمن موقع پر ہر صبر آزمایا امتحان میں کامیاب اترتے ہیں۔ آپ کے ساتھیوں کی یہ حالت ہے کہ حضرت خدیجہ شعب ابی طالب میں تین برس تک بھوک اور پیاس کی مصیبتوں کو برداشت کرتی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس بستر پر سو رہے ہیں جو صبح کو مقتل بننے والا تھا۔ غزوہ احد میں جب کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور کفار نے آپ کو غرہ میں لے لیا تو ایسے وقت میں جان نثار صحابہ نے جس اعلیٰ ترین ایثار کا ثبوت دیا ہے وہ تاریخ میں ہمیشہ یادگار ہے گا۔ ایسے مشکل اور دشمن وقت میں جب کہ کفار پوری طرح غالب ہو گئے آپ نے آواز دی کہ ”کون مجھ پر قربان ہوتا ہے؟“

دفعاً سات انصار نوجوان نکلے اور ہوش شہادت میں لڑ کر شہید ہو گئے۔ ایک صحابی نے اپنے ہاتھوں کو ہر طرف

حصیان کی ظلمتیں کا فور ہو گئیں۔ جبر و استبداد کا جنازہ نکل گیا۔ خالق و مخلوق کا وہ رشتہ جو عرصہ سے منقطع تھا وہ پھر پوڑ دیا گیا۔ مکہ کا ایک یتیم بچہ اٹھا اور اس نے وہ نغمہ جانفزایچھیرا کہ اس کے سامعہ نواز ترنم نے تمام عرب کو مدہوش کر دیا۔

**عرب کا انقلاب** ہم حمد جاہلیت کی اس داستان پاریزہ کو پھر دہرائانا نہیں چاہتے۔

جس سے اسلامی دنیا کا ہر فرد واقف ہے۔ ہم آپ کے سامنے اس عظیم الشان تغیر کو دکھانا چاہتے ہیں جو بعثت نبوی سے ظہور پذیر ہوا۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسے ملک میں انقلاب پیدا کرنا اور اہل ملک کی ذہنیت کو بدلنا کس قدر مشکل کام ہے جس کے باشندے اس قدر متعصب و سرکش ہوں کہ آج تک انہوں نے کسی فرماؤ کی اطاعت نہیں قبول کی۔ جس کا مایہ ناز پیشہ قتل و غارتگری ہو، جو اپنی زبان اور اپنی فصاحت و بلاغت کے سامنے تمام دنیا کو جھکی کھتے ہوں۔ مگر قربان جائیے اس یتیم بچہ کے جس نے ایک آواز میں ساری بستی جگادی۔

اللہ اللہ!! ایک ایسے ملک میں جہاں علم سے لوگ بے بہرہ ہوں۔ رحم و کرم، عدل و انصاف کا شائبہ ان میں نہ پایا جاتا ہو۔ ایسے ملک میں ایک یتیم بچہ کا ملک کے خلاف آواز اٹھانا کس قدر عبرت خیز منظر ہے۔ کیا یہ اس یتیم کی صداقت کا کرشمہ نہیں ہے کہ آنا فنا آنا اس نے لوگوں کے قلوب میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ وہی لوگ جن کا پیشہ قتل و غارتگری تھا، بولہ لکیوں کو زندہ درگور کر دیکھتے تھے، جو تہذیب و تمدن سے ناواقف محض تھے۔ آج وہ انتہا درجہ کے بُرد بار، انتہائی دھیم، اور حد درجہ جذباتی ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قوموں کی ذہنیت کو بدل دینا جوئے شیر لانے کے مرادف ہے۔ ایک وہ قوم ہوؤ لبت کے انتہائی قصر میں گر چکی ہو اس کو ترقی پر لانے کے لئے کس قدر

بنالیا۔ اور اس وجہ سے بعد میں آپ کا وہ ہاتھ بالکل بیکار ہو گیا۔ ایک انصاریہ عورت کے باپ بھائی اور شوہر سب اس جنگ میں کام آتے ہیں مگر جب وہ آپ کے روئے انور کو دیکھتی ہے تو بے اختیار یہ کہہ اٹھتی ہے ۵

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی خدا لے شر دین ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم انھیں باتوں سے متاثر ہو کر ایک انگریز مستشرق لکھتا ہے۔ "جیسا فی یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد صلعم کے پیغام نے وہ نشہ آپ کے پیروؤں میں پیدا کر دیا تھا جس کو عیسیٰ (علیہ السلام) کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنے سے سوچیز جب عیسیٰ کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے۔ ان کا نشہ دینی جاتا رہا۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ..... برعکس اسکے محمد وصلع اللہ علیہ وسلم کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آگئے اور اپنی جان کو آپ کے بچاؤ میں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کر دیا؟

حقیقت یہ ہے کہ پیغام محمدی کا نشہ تھا، یہ اسلام کی سچی تعلیمات کا اثر تھا، یہ صداقت نبوی کا کرشمہ تھا۔ جو اس بارہ پر کف کو پی لیتے تھے ان کی سرستی کی یہ کیفیت عروقی تھی کہ دنیا میں محبوب ترین شے ان کے نزدیک دین اسلام پر خدا ہو جانا تھی۔

اب ہم آپ کو اس دین اسلام کی خصوصی تعلیمات سے روشناس کرانا چاہتے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے باریک ناز اور اس کی صداقت کے لئے بہترین دلیل ہے۔

یہ بات اپنے دلائل اور براہین اسلام کی عالمگیریت کی وجہ سے ثابت ہے کہ جو مذہب ترقی و تمدن سے مانع ہو وہ ہرگز عالمگیر مذہب نہیں

ہو سکتا۔ اور نہ وہ ہر طبقہ انسانی کے لئے رہنا ہو سکتا ہے۔ ہم اس معیار پر صرف مذہب اسلام ہی کو کامیاب دیکھتے ہیں۔ کیونکہ عالمگیر ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس مذہب میں جامعیت و کمالیت موجود ہو۔ دیگر مذاہب اس سے خالی نظر آتے ہیں۔ یہ صرف مذہب اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس پر عمل پیرا ہو کر ہر طبقہ انسانی اپنے لئے نمونہ زندگی پیدا کر سکتا ہے۔ اور وہ دین و دنیا میں سرفروٹی حاصل کر سکتا ہے۔ ایک بادشاہ، ایک سپاہی، ایک حاکم، ایک تاجر، ایک رئیس، ایک غریب سب اپنے لئے لائحہ عمل تجویز کر سکتے ہیں۔

آپ دین اسلام پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ مذہب اسلام ہی کی جامعیت کا یہ اثر تھا کہ طبقہ انسانی کی ہر ایک جماعت کو راہ دکھلائی۔ اور ہر ایک اس سرچشمہ سے سیراب ہوئے۔ صحابہ میں آپ کو ہر قسم کے انسان نظر آتے ہیں۔ ملک گیروں مدبروں، سیاست دانوں کی فرست میں آپ کو حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کی ذات گرامی نظر آئیگی، جن کی سیاست جن کی تدبیر، جن کے ملکی نظم و نسق کے سامنے دنیائے بڑے بڑے جذب ممالک کے قوانین منسوخ ہو گئے۔ انھوں نے افریقہ سے یکر ہندوستان کی سرحد تک اپنی سلطنت کا علم لہرایا۔ اور ان لوگوں کے جموں پر نہیں بلکہ ان کے قلوب پر حکومت کی۔

دوسری جانب جنگجوؤں اور دنیا کے ذیروہ زبر کرتے والوں کی جماعت ہے۔ سعد بن ابی وقاص نے ایران کا تاج اتار کر اسلام کے قدموں پر ڈال دیا۔ خالد ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما کے فلک شگاف نعروں سے کسری کے ایوان میں زلزلہ مڑ گیا۔ عبداللہ بن زبیر، عمر بن العاص کی بے پناہ

تو اوروں کو دنیا آج بھی نہ بھلا سکے گی۔

تیسری طرف آپ کو مالکوں کی صفیں نظر آویں گی جنہوں نے صدیوں اور شہروں کی کامیاب حکومت۔ آپ کو چوتھی طرف اہل علم کا پر نظر آئے گا جیسے علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس، حضرت عائشہ کی ہستی نظر آویں گی۔

**اسلام اور رہبانیت** | دوسری خصوصیت اسلام کی یہ ہے کہ اس نے رہبانیت کی

پہلو ترک کر دی کی۔ ظاہر ہے کہ رہبانیت کی تعلیم سراسر تہذیب و تمدن کے منافی ہے۔ اگر ہم دیلے سے قطع تعلق کر لیں اور ہمالہ کی پوٹھوں پر عبادت میں مشغول ہو جائیں تو یہ تمام دنیا کی ترقی ایک نخت بند ہو جائے اور انسان پھر اسی وحشت میں مبتلا ہو جائے۔ اسی لئے قرآن مجید نے صاف صاف بیان کر دیا کہ:

**وسرہبانۃ** | اور رہبانیت جسکو عیسائیوں نے دین میں داخل کر لیا اور کتبناہا علیہم۔ ہم نے انہیں یہ فرض نہیں کیا تھا۔

بقسمت سے پہلے مذہب کے پیروؤں نے یہ سمجھ لیا کہ عبادت یہ ہو کہ ہم دنیا سے اک دم قطع تعلق کر لیں اور اپنے جسم کو ہر قسم کی تکلیف دیں۔ انہوں نے سمجھا کہ جہاں تک اس ظاہری جسم کو تکلیف دینا ہے گی اس بقدر روحانی ترقی ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ عیسائی راہبوں نے کبج تنہائی میں بیٹھ کر دنیا کے تعلقات کو قطع کر کے عبادت کے فرائض کو انجام دیا اور دنیا کی ہرزہ نیت کو انہوں نے اپنے اوپر بھام کر لیا۔ قرآن کریم نے اسکی بھی پہلو ترک کر دی۔

**قل من حرم زینۃ** | کہو کس نے اللہ کی آرائش کو اللہ الہی اخراج جس کو اس نے اپنے بندوں کیلئے

**لعبادۃ۔ (اعراف)** | پیدا کیا حرام کیا۔

اسلام نے نکاح کرنے کو اور نس کو ترقی دینے کو ضروری قرار دیا۔ اسلام کے پیغمبر روحی فدا سے اعلان کر دیا۔

**النکاح سنتی** | نکاح میری سنت ہے۔ اور

**فمن سرعہ عن سنتی** | جس نے میری سنت سے

**سنتی فلیس منی۔** | اعراض کیا وہ محمد سے نہیں ہے۔

**مساوات اور اسلام** | تیسری خصوصیت اسلام کی

مسادات ہے۔ دنیا کی ان عظیم

الشان غلطیوں میں سے جو اہل دنیا سے سرزد ہوتی ہیں

بھی ہے کہ اس نے نسل و رنگ کا امتیاز قائم کیا۔

ہندوستانی اقوام نے اپنے سواتنام اہل جہان کو ناپاک

اور ”لیچہ“ قرار دیا۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ اپنے میں بھی

مختلف گروہیں پیدا کر لیں۔ اور عورت و حقوق تمام ادنیٰ

ذات کیلئے مخصوص کر لئے۔ وید کی تعلیم محض برہمنوں

کے مخصوص کر دی گئی۔ شورو اقوام اگر نہیں تو ان کے لئے

سزایہ ہے کہ ان کے کان میں گرم سیسہ پھلا کر ڈال دیا جائے۔

یورپ بااں ہمہ دعوئے تہذیب اسی لعنت میں مبتلا

ہے۔ تمام حقوق گوروں کے لئے ہیں۔ تمام عزت کی مالک

صرف سپید اقوام ہیں۔ کالوں کی اور انکی برابری نہیں۔

سپید اقوام کا کلب، انکے مذہبی گرجے، انکی عبادت گاہیں

سب کالی اقوام سے الگ اور جدا گانہ، خدا کی ایک ہی مخلوق

خدا کے سامنے مجتمع ہو کر عبادت کا حق نہیں رکھتی۔

اب آئیے اور دیکھئے کہ دین اسلام کس چیز کی تعلیم دیتا

ہے۔ اسلام نے آئے ہی رنگ و روپ، مال و دولت،

حب و نسب کے امتیاز کو یکسر مٹا دیا۔ آپ نے قریش کو

جو اپنے حب و نسب پر نازاں تھے فرمایا:

”اے قریش کے لوگو! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا

# باب التفسرات

مولانا احمد بخش صاحب فیاضی نے شیعوں کے چند اہم سوالات حضرت امام اہل سنت امام ابو حامد محمد بن عبد السلام کو درج ذیل خط کو دیا البتہ میں یہ بھیجے کہ ان جوابات حضرت فرمائیں۔ تو حضرت موصوف کے حوالہ شاد آپ کے خلاف شیعہ حضرت مولانا عبد السلام صاحب نے اپنی خداداد علم و فراست و نہایت واضح جواب دیکھ کر ان کو بہت خوش قرار دیتے ہوئے تمام مسودہ بغرض اشاعت میں اسلام بھیج دیا۔ جو کہ ہدیہ قارئین سے ہے۔ (مسلر)

لذا چیکرنا تار۔ ڈاکخانہ خاص منسلح جنگ

”حجۃ الاسلام امام اہل سنت امام ابو حامد محمد بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ انفقور اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ راقم آٹھ اس سید بھی دو تین عربیہ ارسال کر چکا ہے جو اب باصوبہ بھی اندرون کم سرفراز فرمایا گیا ہے۔ آج پھر عربیہ ارسال کر سکی سعاد حاصل کر رہا ہوں۔ امید کہ عنایت بقہ کو یاد فرماتے ہوئے جواب میں زیادہ تاخیر نہ فرمائی جائیگی۔ ماہ مارچ کے اواخر احوال پر بل کے اوائل میں چاہے حضرت غریب نواز سجادہ نشین صاحب دربار دیال شریف مدظلہ العالی نے ہمارے اس علاقہ میں ایک تبلیغی دور فرمایا جس میں شیعہ مذہب کے قبائح روز روشن کی طرح لوگوں کے سامنے واضح فرمائے۔ حضور کی موجودگی میں تو اس علاقہ کے شیعہ بالکل چپ مادمہ گئے اور کہیں پر سر نہ اٹھایا۔ مگر جب حضور اپنے مسکن پر واپس تشریف لے گئے تو اس علاقہ کے ایک تیس غلام عباس نامی نے ہمارے ایک سادہ غریب اہل سنت کے گاؤں میں جا کر لوگوں کو بہکایا۔ اور مناظرہ پر مجبور کیا۔ وہاں کے لوگوں نے کسی اہل علم سے مشورہ کئے بغیر اس کا چیلنج مناظرہ منظور کر لیا۔

شیعوں کی طرف سے ذیل تین سوال پیش کئے گئے۔  
(۱) کیا خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ مبارک پڑھا۔ یا اس میں شریک ہوئے؟

(۲) کیا خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سیدہ فاطمہ زہرا

رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک ہوئے؟  
(۳) کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جنازہ پڑھا۔ یا اس میں شریک ہوئے؟  
یہ تینوں باتیں اگر اہل سنت والجماعت کے علماء شیعہ مذہب کی مستند کتابوں سے ثابت کر دیں تو غلام عباس وغیرہ نے تحریر دیدی ہے کہ ہم سنی ہو جائیں گے۔ نیز جانہیں سے دودھ و مدد و پیہ بھی ایک جگہ رکھ دیا گیا ہے کہ جو فرق غالب آئیگا وہ لے گا۔ اہل سنت والجماعت کی طرف سے بھی تین سوال ہوئے۔ جو ابھی تک پیش نہیں کئے گئے۔ وہ جناب کے مشورہ پر پیش ہوں گے۔ مناظرہ کی تاریخ ۲۲/۲۲ شعبان المعظم ہے۔ اور وہ عنایت ان تین سوالوں کا ثبوت بھی تحریر فرمائیں۔ اور مع حوالہ جات کتب تحریر فرمائیں۔ اور تین سوال جو اہل سنت کی طرف سے ہونے چاہئیں وہ بھی تحریر فرمائیں۔ اور جواب بہت جلد ارسال فرمائیں“  
(خاکسار احمد بخش فیاضی)

نوٹ: ہر بعد میں خط کے ذریعہ معلوم ہوا کہ تاریخ مناظرہ پر شیعوں کی طرف سے کوئی مناظرہ نہیں آیا رستی علماء موجود ہے۔

(محمد عبدالسلام)



واللہ تعالیٰ اعلم

(یا سیدنا محمد و آلہ و صحبہ وسلم)

مکرمی !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط حضرت والدی  
لماجد تفضلہ العالی کے نام مبادرت ہوا۔ حضرت موصوف اپنے ضعف  
اور پیرائے سال کی وجہ سے جواب لکھنے سے معذہ رہیں۔ لہذا راقم  
العرف آپ کے خط کا جواب لکھ رہا ہے۔

شیعوں سے جن مسائل پر گفتگو طے کی گئی ہے وہ  
اصولاً بالکل غلط ہیں۔ یعنی اگر وہ نہ بھی ثابت ہوں تو اہلسنت  
کے مذہب پر ذرا بھی زہ نہیں پڑ سکتی۔ کیونکہ جنازہ کی شرکت و  
مشایت فرض کفایہ میں سے ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص اہم  
امور دینیہ کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے تو کیا مضائقہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ اکابر اہل سنت کے کسی فعلی کے  
کرنے یا نہ کرنے کا ثبوت شیعوں کی کتابوں سے طلب کر کے  
اہل سنت پر الزام قائم کرنا اصول منظر کے بالکل برخلاف ہے۔  
کیونکہ شیعوں کی کتابیں پہلے خلاف حجت میں تو سکتیں۔ بہر حال  
ہم اپنی طرف سے محض قطع حجت کیلئے شیعوں کے قائم کردہ تنبیوں  
سوالوں کا جواب بالترتیب تحریر کرتے ہیں اور اسکے بعد اہل سنت کی  
طرف سے شیعوں کیلئے تین سوال بھی پیش کر دیں گے۔ جن کی  
جواب وہی شیعوں کے ذمہ ہوگی۔

(۱) خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
کے جنازہ میں شریک ہونا ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ اگر کسی کتاب میں  
اسکی تصریح نہ بھی ہو تو انکی شرکت کیلئے کسی ثبوت کی ضرورت تھی  
کیونکہ ظاہر حال اسی کا مقتضی ہے۔ بلکہ جو شخص عدم شرکت کا دعویٰ کرے  
ایکے ذمہ ضروری ہے کہ وہ اہلسنت کی معتبر کتابوں میں بدیع عدم شرکت  
کی تصریح دکھلائے۔ جیسا کہ کتاب اہل منازہ میں درج ہے کہ بخلاف  
ظاہر کا دعویٰ ہو۔ بلکہ ثبوت اسکے ذمہ ہے۔ لیکن ہم فریقین کی مستند کتابوں  
سے اس کا ثبوت بھی پیش کئے دیتے ہیں۔

شیعوں کی معتبر ترین کتاب احتجاج طبرسی مطبوعہ ایمان  
سلطان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کے سلسلہ میں  
یہ عبارت ہے: ثم ادخل عشق من اللہ الجہن عشق من  
الانصار فیصلو وینح جنازہ حتی لایبق من اللہ الجہن و  
الانصار الاصل علیہ عبارت مذکورہ بالا واضح ہے کہ قبر خلفاء  
راشدین رضی اللہ عنہم ہی نہیں بلکہ صحابہ و انصار میں ایک فرد  
بھی ایسا نہ تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو۔  
نیز حیات القلوب مولفہ ملا باقر مجلسی (جو شیعوں کی مستند کتاب ہے)  
کی جلد دوم ۸۶۶ میں متعدد روایتیں اس مضمون کی موجود ہیں کہ تمام  
صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی۔

یہاں صرف تین روایتیں درج کی جاتی ہیں۔  
(۱) کلینی ہند معتبر از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ چوں  
حضرت رسالت رحلت فرمودند نماز کردہ ہر جامع ملائکہ و صحابہ  
وانصار فوج فوج۔

(۲) شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ کہ وہ نہ فرد دخل  
می شد نہ چہن بر آنحضرت غازی کرد نہ بے لطمے۔ در روز و شبہ و  
شب شبہ تا صبح و روز شبہ تا شام تا آنکہ فرد و بزرگ مرد و زن اہل  
مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب چہن نماز کردند۔

اس روایت شیعوں کا وہ مشہور اعتراض بھی مندرج ہو گیا کہ امتیاز  
نصب خلیفہ کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین میں کئی روز کی  
تاخیر ہوئی۔ کیونکہ اس روایت میں تاخیر کی اصلی وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔  
کہ جبکہ کی تمکی اور نمازوں کی کثرت کی وجہ سے وہ شبانہ روز نماز ہوتی رہی۔  
تا آنکہ مدینہ و اطراف مدینہ کے رہنے والوں میں کوئی کچھ، کوئی بوڑھا  
کوئی مرداد کوئی عورت آپ کی نماز جنازہ پڑھنے سے باقی نہیں رہا۔

(۳) اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ایک اور طویل روایت ہے جس میں  
بوقت نماز جنازہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی کی  
تصریح ہے۔ اور شیعوں کے عقائد باطلہ کے مطابق یہ بھی تحریر ہے کہ

مجاہدین و انصار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر باجماعت نماز جنازہ پڑھنا چاہتے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باجماعت نماز جنازہ پڑھے جانے سے اختلاف کیا۔ اور یہ تجویز کیا کہ دس دس آدمی تنہا تنہا غاروں میں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اسی طرح پڑھی گئی۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح نماز ادا کی۔ اس مضمون کے بعد یہ عبارت ہے: ”تَا آتُوْا اَہْلَ مَدِیْنَةٍ وَاَطْرَافِ مَدِیْنَةٍ بِرَأْسِ الْجَنَائِزِ صَلَواتُ فَرَسَاتِہُمْ“

روایت مذکورہ میں اسکی تصریح ہے کہ مجاہدین و انصار اور اہل مدینہ و اطراف مدینہ میں کوئی بچہ، کوئی بوڑھا مرد و زن ایسا نہ تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو۔ تو یہ خلاف عقل بات کہاں سے تصنیف کی گئی کہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم جو سرگرم مجاہدین و انصار ہیں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ ذرا سنا لیکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام بھی روایات میں مذکور ہے خلفاء راشدین خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں شرکت کیا معنی۔ آپ کی تہنیت و تکفین اور تدفین کے جملہ انتظامات ہی اگلے مشورے انجام پائے۔ چنانچہ جبہ صحابہ کرام میں یہ اختلاف ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی یہ فیصلہ کیا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس مقام پر دفن ہوتے ہیں جہاں انکی وفات ہوئی۔ چنانچہ انہی کے فیصلہ پر عمل ہوا۔ اور حضرت کی تدفین اسی مقام پر عمل ہوئی جہاں آپنے وفات پائی تھی۔ یہ واقعہ شہر کی تمام کتابوں میں مذکور ہے۔ مثلاً طبقات ابن سعد جلد دوم وغیرہ۔

۳۰ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں کسی شخص کا یا تخصیص شریک ہونا نہ فرض تھا اور نہ واجب۔ اور اگر بالفرض شیعہ ہر فرد کی شرکت فرض سمجھتے ہیں اور عدم شرکت کو منافی

اسلام سمجھ کر نہ شریک ہوئے اور نہ زبان طعن دراز کرتے ہیں تو انکے پاس اسکا کیا جواب ہے کہ انکی مستند روایات کے مطابق صرف سات آدمیوں نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھی جن میں حضرت حسنین، حضرت عباس، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عقیل بن ابیطالب، برادر حقیقی حضرت علی مرتضیٰ، اولاد جعفر بن ابیطالب حضرت قیس بن سعد بن عبادہ، حضرت ابوالیوب انصاری، حضرت ابوسعید خدری، حضرت سہل بن حنیف، حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت برادر بن عازب، حضرت ابو داؤد وغیرہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی داخل نہیں ہیں۔ جنکی جلالت قدم کے فوٹو یہ بھی قابل پڑ۔ ملاحظہ ہو حیات اقلوب، رجال کشی، رجال نجاشی وغیرہ۔ چنانچہ شیعوں کی معتبر کتاب بدلاء السیون میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق کلینی سے روایت منقول ہے کہ از حضرت امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ روایت کردہ است کہ ہفت کس پر حضرت فاطمہ نماز کردند۔ ابوذر، سلمان و عمار و عذیفہ و عبداللہ بن مسعود و مقدادہ من امام اشیاں بودم۔ کیا شیعہ ان سات شخصوں کے علاوہ باقی تمام صحابہ کرام حتی کہ حضرت حسنین و حضرت عباس و حضرت عقیل وغیرہم بھی تبرک شیعہ؟

۳۱ حقیقت شیعوں نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں حضرت خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عدم شرکت کا قصہ اسلئے تصنیف کیا ہے کہ انکے زعم باطل میں حضرت فاطمہ زہرا فلک کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض تھیں۔ پس اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی تھیں تو شیعوں کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ لہذا ہم پہلے فریقین کی کتابوں سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی رضامندی کا ثبوت پیش کرتے ہیں پھر ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمہ رضی

عہدہ کے جنازہ میں شرکت کا ثبوت بھی دینگے۔

شیخوئی مختبر ترین کتاب شرح نہج البلاغہ ابن سیم جہانی  
جز ۳۵ میں یہ روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے  
فدک کے معاملہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور  
حضرت ابوبکر نے اپنا طریقہ کار موافق مسکے بیان کیا تو وہ مطمئن اور  
راضی ہو گئیں اصل عبارت یہ ہے ان لا مال ابلیح کان رسول اللہ  
یاخذ من فلان تو تم و قسماً الباقی و یجوز منہ سبیل اللہ و  
لک علی اللہ ان اصنع بهذا کما کان یصنع رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم، فرمیدیت بذلک الخ۔ اس آیت میں نہایت  
وضاحت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ  
عنہا کی رضامندی و خوشنودی مذکور ہے۔

اور حق یقین مطبوعہ ایران ملک میں ہے کہ چون علی دہری  
بیعت کردند و این قدر فرستاد ابوبکر آمد و شفاعت کرد ازبنا عرو  
فاطمہ از و راضی شد اس کے بعد کتب اہلسنت بھی ہم اسکا ثبوت  
پیش کرتے ہیں طبقات ابن سعد جلد ششم مطبوعہ لبنان میں یہ روایت  
مذکور ہے۔ جملہ ابوبکر الخ فاطمہ تھیں جس وقت فاستاذت فقال  
علی هذا ابوبکر علی الباب فان شئت ان تاذنی لہ قالت  
وذلك احب الیہ قال نعم فدخل علیہا واحتدر الیہا وکلما  
ورغبت عنہ۔

روایا فریقین ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بوقت وفات  
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بالکل راضی اور خوش تھیں اور کسی قسم  
کی کوئی کبیدگی ان کے درمیان تھی۔ لہذا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا  
کی نماز جنازہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عدم شرکت  
کا دعویٰ بالکل لغو اور باطل ہے۔

علاوہ بریں شیخوئی مختبر ترین کتابوں میں بھی تصریح ہے کہ حضرت  
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس حضرت  
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی تمام تر خدمات انجام

دیتی تھیں، اور شبانہ روز ان کے گھر میں مقیم رہیں۔ اور حضرت  
فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بوقت وفات انکی کو غسل دینے، کفن  
پہنانے اور نعش تیار کر نیکی وصیت فرمائی ثبوت کیلئے شیعوں  
کی کسی کتاب کے حوالہ کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ واقعات انکی ہر اس  
کتاب میں مذکور ہیں جن میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی حقا  
اور انکی تجمیر و تکفین کے واقعات بیان کئے ہیں مثلاً الطہارۃ، جامع النعمان وغیرہ  
اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا  
میں کسی قسم کی شکر رنجی ہوتی جیسا کہ شیعہ بیان کرتے ہیں تو نہ  
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا  
کی زوجہ محترمہ یہ خدا لینا پسند کرتیں اور نہ حضرت ابوبکر صدیق  
رضی اللہ عنہ انکی اجازت اپنی زوجہ محترمہ کو دیتے کہ شبانہ روز ان کے  
گھر میں مقیم رہیں۔ اور مہرتن انکی تیمارداری میں مشغول و  
مصرف رہیں۔

امور مذکورہ بالا سے واضح ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ  
عنہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بوقت وفات حضرت فاطمہ  
زہرا رضی اللہ عنہا کو فی شکر رنجی اور کبیدگی تھی۔ لہذا جنازہ  
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ  
عنہ کی عدم شرکت بالکل خلاف عقل اور دلغ بیہودہ بخت و  
خیال باطل بہت کی بہترین مثال ہے۔

اس اصولی بحث کے بعد ہم جنازہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ  
عنہا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شرکت کا ثبوت  
کتب اہلسنت سے پیش کرتے ہیں۔

طبقات ابن سعد جلد ششم ذکر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ  
عنہا میں دو روایتیں حضرت امام شعبی اور حضرت امام نخعی  
سے اس مضمون کی مروی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ نہ صرف یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی نماز  
جنازہ میں شریک تھے بلکہ خود انہوں نے حضرت فاطمہ زہرا

رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ وہ دونوں روایتیں ہیں :-  
 (۱) عن الشعبي قال صلى عليها ابو بكر رضي الله عنه وحدها  
 (۲) عن ابراهيم قال صلى ابو بكر الصديق على فاطمة بنت  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم وکبر علیہا اربعاً۔  
 یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ زہرا  
 رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور نماز جنازہ میں انھوں نے  
 چار تکبیریں کیں۔

(ہواشب) کتب معتبرہ شیعہ میں اسکی تصریح ہے کہ  
 (۱) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفائے ثلاثہ رضی  
 اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران ۵۴)  
 حق الیقین لما باقر مجلسی مطبوعہ ایران ۵۴  
 (۲) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ برابر خلفائے ثلاثہ رضی اللہ  
 عنہم کے پیچھے نماز پنجگانہ پڑھتے تھے۔ (احتجاج ۵۴)  
 (۳) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ برابر خلفائے ثلاثہ رضی اللہ  
 عنہم کی طرح دشمن کرتے تھے۔ (نہج البلاغہ و شروح نہج البلاغہ  
 ابن مسلم بحرانی و ملاحی اللہ کا ثانی)

(۴) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت  
 آتم کلثوم بنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح امیر  
 المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کیا۔ (فروع  
 کافی ص ۱۰۳ مجالس المؤمنین و ناسخ التوابع)  
 (۵) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بطور یادگار خلفاء  
 راشدین ناموں پر اپنے صاحبزادوں کے نام ابو بکر و عثمان رکھے۔  
 ان اہم امور کے ثبوت کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ  
 عنہم کی نماز جنازہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عدم  
 شرکت کا دعویٰ بالکل لغو اور خلاف عقل ہے۔

لیکن ہم باوجود اس کے حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ  
 عنہم کی نماز جنازہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی شرکت کی تصریح پیش کرتے ہیں :-  
 تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۱۰۳ میں ہے کہ جب حضرت  
 فاروق اعظم کا جنازہ تیار کر کے رکھا گیا۔ اور مسلمان نماز جنازہ  
 پڑھنے کیلئے جنازہ کے پاس جمع ہوئے تو حضرت علی مرتضیٰ  
 رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ بلکہ خود ہی نماز جنازہ پڑھا بھی  
 چاہتے تھے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق حضرت  
 مسیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور سب لوگوں نے  
 ان کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی ؟

صحیح بخاری جلد اول کتاب المناقب ص ۱۵۵ میں حضرت  
 عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نہ  
 وضع عمر علی السریر فقتلہ الناس یلعون و یبیلون  
 قبل یرفع و انافہم فلم یرعنی الا رجل اخذ منکبی  
 فاذا علی فترحم علی عمر و قال ما خلفت احدا احب الی  
 ان الملقى الله بمثل عمله منك وایم الله ان كنت لاظن  
 ان يجعلك الله مع صاحبیک و حسبك انی كنت  
 كثير السمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول ذهب انا  
 و ابو بكر و عمر و دخلت انا و ابو بكر و عمر و خرجت انا  
 و ابو بكر و عمر۔ اوداسی مضمون کی متعدد روایتیں طبقات  
 ابن سعد جلد ۳ ص ۲۶۹ میں مذکور ہیں۔ نیز مجمع الاوائد مطبوعہ  
 مصر ص ۲۷ میں ایک طویل روایت اس مضمون کی ہے کہ  
 جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی  
 اور ان کا جنازہ تیار کر کے رکھا گیا تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ اور جنازہ کے سامنے کھڑے ہو کر انکے  
 فضائل و مناقب بیان فرمائے۔ اور انکے لئے دعائے رحمت  
 و مغفرت فرمائی ؟

روایات مذکورہ بالا سے واضح ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ  
 رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہما کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اور انکے لئے دعا و رحمت و مغفرت فرمائی۔ یہ واضح ہے کہ شیعوں کا دعویٰ عدم شرکت ظاہر حال کے قطعاً منافی ہے اسلئے شرکت جنازہ کے لئے کسی دلیل اور تصریح کی ضرورت نہیں اور نہ کوئی شخص تمام شرکائے جنازہ کے ناموں کی تصریح کیا کرتا ہے۔ بلکہ ایسے مواقع پر نہ شریک ہونی والوں کی تصریح ضروری ہوتی ہے۔ پس شیعوں کو عدم شرکت کی تصریح اہل سنت کی مستند و معتبر کتابوں سے پیش کرنا چاہئے۔

علاوہ بریں نماز جنازہ کا مقصد میت کیلئے دعا و رحمت و مغفرت کرنا ہے۔ اور شیعوں کی معتبر ترین کتابوں میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے حضرات خلفائے ثلاثہ خصوصاً شیخین رضی اللہ عنہما کیلئے دعا و رحمت منقول ہے۔ اور انکے فضائل و مناقب مذکور ہیں۔

چنانچہ شرح نہج البلاغہ ابن مسیم بحرانی مطبوعہ ایران جزو ۳۱ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لیعظمہ وان اللصاب بہما الجرح فی الاسلام مثلاً یدیرحمہما اللہ وجزاہما بالحسن ما عملا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری زندگی کی قسم ابو بکر و عمر کا مرتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے اور ان دونوں کی وفات سے اسلام کو سخت نقصان پہونچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت نازل فرمائے اور انکو نکال پھیرے۔

جب شیعوں کی معتبر کتاب میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کیلئے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے اس طرح دعا و رحمت منقول ہو تو انکی نماز جنازہ نہ پڑھنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

نیز شیعوں کی معتبر ترین کتاب نہج البلاغہ میں حضرت

شیخین رضی اللہ عنہما کے بکثرت فضائل و مناقب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے منقول ہیں۔ ملاحظہ ہو نہج البلاغہ مطبوعہ طہران ۱۳۱۵ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وولہم والی فاقاموا استقاماً حتی ضرب الدین بجوانہ۔ یعنی مسلمانوں کا ایک حاکم ہوا جو خود بھی راہ راست پر رہا اور دوسروں کو بھی راہ راست پر رکھا۔ اس سے مراد امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن مسیم بحرانی اسکی شرح میں فرماتے ہیں کہ ان والی ہو عمر بن الخطاب یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس کلام میں والی سے مراد حضرت عمر بن خطاب ہیں۔ نیز علامہ فتح اللہ کاشانی اسکے ترجمہ میں کہتے ہیں۔ والی ایساں شد والی کہ عمر خطاب است۔ اور ضرب الدین بجوانہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ اس کناہ است از استقرار و تمکین اہل اسلام۔

نیز نہج البلاغہ مطبوعہ مصر ۱۳۸۲ میں بوقت مشورۃ بہاد دوم و فارس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایسے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں کہ غیر مغیر کے اس سے زیادہ فضائل ممکن نہیں۔ مثلاً انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لشکر کو اللہ کا لشکر فرمایا۔ اور اسکو آیہ وعل اللہ الذین امنوا منکم کی موجود امداد و نصرت کا مصداق قرار دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسلام اور مسلمانوں کی روح و روان فرمایا وغیرہ وغیرہ۔ اور نہج البلاغہ مطبوعہ مصر ۱۳۸۲ میں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یر اللہ بلاد فلان لقد قوم الاود و دادی العین خلف الفتنة و اقام السنۃ ذهب نقی الثوب قليل العیب اصانخیرھا و سبق شرھا ادى الى اللہ طاعته و اتقاہ بحقہ و



کہ ایک اعتراض سنیں گے کیا جائے اور اس پر گفتگو ہو۔ اس کے بعد شیعوں کے ایک سوال کا جواب دیا جائے۔ پھر شیعوں کے عائد کردہ اعتراض کا شیعہ جواب ہے۔ سیطرہ شیعوں اور شیعوں کے اعتراض پر مباحثہ ہو۔ اہلسنت کی طرف سے شیعوں کے سامنے صرف مل تین سوال رکھنے چاہئیں :-

(۱) شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر مشتبہ اور نہ ہو سکتا ہے۔

دلائل کیلئے تنبیہ الحائین جو آپ کے پاس موجود ہر بہت کافی ہے۔ اور الزوال فی ادل السوال بھی جاری ہے۔

(۲) سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلائیوے اور پھر انکو شہید کر نیوے شیعہ تھے۔ دلائل کیلئے "قاتلان حسین کی خانہ تلاشی" بہت کافی ہے۔ جو آپ کے پاس بھی ہوگی اور مولانا محمد ذاکر صاحب دارالعلوم محمدی ضلع جھنگ کے پاس بھی موجود ہے۔

(۳) مذہب شیعہ میں انبیاء و ائمہ اور اہل بیت کی توہین بہت ہے۔ قاتلان حسین کی خانہ تلاشی میں اسکا کافی مواد موجود ہے۔

اور کچھ حوالے درج کئے جاتے ہیں :-  
(۱) حضرت آدم علیہ السلام میں اصول کفر موجود ہے۔ ملاحظہ ہواصول کافی باب فی اصول الکفر وادکانہ۔

(۲) حضرت آدم ائمہ پر حد کر نیکی وجہ سے نکالے گئے۔ ملاحظہ ہواصول حیات القلوب جلد اول صفحہ ۵۵ میں متعدد روایات ہیں۔ ایک روایت میں یہ عبارت ہے: "پس نظر کر دیکھو ایشاں ہدیہ حدیث بایں سبب خدا ایشاں بخود گداشت"

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق استقدرتے تھو کہ با اوقات اپنے خوف کے تبلیغ احکام الہی نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خدا کو ڈانڈا وہ جھڑکن پڑا۔ مگر انہوں نے جنتک خدا سے اپنی حفاظت وعدہ نہ کر لیا تبلیغ حکم سے برابر گزرتے رہے۔ ثبوت کے لئے ملاحظہ ہواحتجاج طبرسی مطبوعہ ایران ص ۳۰۰۔ جس میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ جب آیا یا ایہا الرسول تلخ ما نزل الیک من ربک الخ۔ نازل ہوئی

تو کہم فوطیہ متشعبہ لا یجند فیہا الضال لا یستقین المہتد۔ یعنی خدا انعام فلاں (ابوبکر) پر بھی کو سیدھا کیا اور امراض نفسانیہ کی دوا کی، سنت کو قائم کیا اور بدعت کو دور کیا۔ اور دنیا پاکدامن کریم عیب گیا، خلافت کی خوبی کو پایا اور اسکے شر سے محفوظ رہا، خدا کی عباد کی اور خدا حق پرست گاری اختیار کی اور دنیا اس حال میں گیا کہ اب لوگ شاخ و در شاخ راہوں میں ہیں کہ نہ کوئی گمراہ ان میں ہدایت پاسکتا ہو اور نہ ہدایت یافتہ فریاد طینان حاصل کر سکتا ہو۔ علامہ ابن سیم بحرانی شائع نوح البلاغہ اس خطبہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ فلاں مراد حضرت ابوبکر ہیں یا حضرت عمر، حضرت ابوبکر کا مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔ اس کے بعد انھوں نے حضرت ابوبکر کے دس فضائل گناستے ہیں جو اس خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائے ہیں۔

جب شیعوں کی نہایت مستند کتابیں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایسی عظیم الشان فضیلتیں منقول ہیں تو انکی نماز جنازہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدم شرکت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

شیعوں کے عائد کردہ تینوں سوالوں کے جوابات کے بعد ہم اپنے تین اعتراضات تحریر کرتے ہیں جنکا جواب شیعوں سے طلب کرنا چاہئے لیکن اس کے پہلے ایک ضروری بات کی طرف توجہ دلائی جاتی ہو جسکا خیال رکھنا ضروری ہے۔ وہ یہ ہو کہ پہلے گفتگو اہلسنت کے عائد کردہ اعتراضات پر ہونا چاہئے۔ اور پھر شیعوں کے سوالوں کا جواب دینا چاہئے کیونکہ ہمارے عائد کردہ اعتراضات میں سب سے پہلا اعتراض شیعوں کے عدم ایمان بالقرآن کے متعلق ہے۔ پس جب تک شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر ثابت نہ ہو انکو کوئی حق نہیں ہے۔ کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اعمال و احوال سے متعلق کوئی گفتگو کریں۔ اگر شیعہ اسکو منظور نہ کریں تو کم سے کم یہ طے ہونا چاہئے

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تبلیغ سے یہ کسک اٹھا دیا کہ میں اپنی قوم سے ڈرتا ہوں۔ جب تک خدامیری مخالفت کا وعدہ نہ کرے گا۔ میں اعلان نہ کروں گا۔ جبریل واپس گئے اور پھر وہی آیت لائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ امی طرح تین مرتبہ ہوا۔ یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے بہت ڈانٹا اور جھڑکا۔ اور بالآخر آپ کی مخالفت کا وعدہ کیا۔ تب آپ نے اس کی تبلیغ کی۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باوجود قوت و شجاعت کے خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور انکی تعریف و ثناء میں لگے رہے۔ اپنی صاحبزادی ام کلثوم کو حضرت عمر کے حوالہ کر دیا۔ تاریخ حبشہ راجحہ کو دی گئی۔ اور منقہ حبشی عبادت حرام کر دی گئی۔ قرآن محرف ہو گیا۔ اور وہ منہج شی سے دیکھتے رہے۔ لیکن جب انکی خلافت کی مخالفت ہوئی تو لوہا نکال کر میدان میں آ گئے۔

(۳) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خوب خوب بے ہوشی ہوتی رہی۔ ان پر دروازہ ڈھکیں دیا گیا۔ یہاں تک کہ محل باقظ ہو گیا۔ غیروں کے ہاتھ پاؤں کی نوبت آئی۔ حضرت علی بیٹھے دیکھتے رہے۔ اور ذرہ بھی غیرت نہ آئی۔ بیوی ہونے کا خیال نہ کیا تھا تو نبت رسول اللہ ہونی کا خیال کیا ہوتا۔

ملاحظہ ہو حقیقین، مطبوعہ ایران۔

(۴) حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مغلظ گا لیاں دیں۔ جو کسی شریف عورت کی زبان سے اپنے شوہر کے حق میں نہیں کہل سکتیں۔ اور نہ کوئی جیاد اور غور سہن سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو حقیقین، ص ۱۱ کی یہ عبارت کہ حضرت فاطمہ نے حضرت علی کو کہا: "ماند جنین در رحم پرده نشین شدہ" مثلاً خائیاں در غنا گریختہ" یہی مضمون احتجاج طبرسی ص ۱۱۰ میں ہے۔

(۵) حضرت حسنؑ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو

شیعوں انکو عام طور پر بذل المؤمنین اور مسودہ جوہ المؤمنین اور انکے زانو پر گز مارا اور غیمہ لوٹ لیا اور ان کا مصیبت لیکر بھاٹا حاطہ ہو جلا دھویوں۔

(۸) جب حضرت حسینؑ کی ولادت کی بشارت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو تین مرتبہ اس بشارت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کیا۔ اور تین مرتبہ حضرت فاطمہؑ نے خدا کی بشارت کو رد کیا۔ (ملاحظہ ہو اصول باب موالید اللہ)

(۹) امام زین العابدینؑ زید کی غلامی کا اقرار کیا۔ اور اپنے والد حضرت حسینؑ شہید کر بلا کا تو نہما قبول کیا۔ (جلد العیون)

(۱۰) امام باقرؑ کے متعلق فروع کافی جلد دوم باب الزی و التجر میں یہ روایت ہے، کہ وہ دو سر پر تک بر منہ ہو گئے۔ اور جب انکے غلام نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ میں لودہ لگائے ہوئے ہوں یعنی ستر کے لئے سر جلد رنگ پوشیدہ ہو جانا کافی ہے۔

(۱۱) رجال کشی میں ہے کہ ابو بصیر صحابی نے امام جعفر صادقؑ کو لالچی کہا۔ اس پر بھی وہ واجب التحظیم مقتدا و پیشوا سے جسکا معاہدہ یہ کہ انکے مذہب میں اماموں کی کوئی وقعت نہیں۔

(۱۲) رجال کشی ص ۱۱۱ میں ہے کہ ابو یوسفؑ صحابی امام کاظم موسیٰؑ کم علم کیا۔ اور شیعہ اسکو اپنا مقتدی سمجھتے ہیں۔ اور انکی ہشت احادیث اسی سے مروی ہیں۔

(۱۳) ائمہ جہوش بولتے تھے۔ غلط مسئلہ بیان کرتے تھے۔ اور اپنا مذہب چھپانے کو بہت بڑی عبادت سمجھتے تھے وغیرہ وغیرہ

(۱۴) اہل بیت کے متعلق شیعوں کا بنیاد عقیدہ یہ ہے۔ کہ جو اولاد رسول اور ائمہ اہل بیت شیعوں کے نود تراشیدہ عقائد باطلہ کی تائید نہ کرے اس پر تبرا سمجھتے ہیں۔ اور اس کیلئے اولاد رسوا کے حقوق نہیں لائے۔ (ملاحظہ ہو احتجاج آخری صفحہ)